مقتدی کو امام کے پیچھے
قرأت نہیں کرنی چاہیے

اس موضوع پر بہترین کتاب

اطیب الکلام

ملخص

احسن الکلام

تالیف

مولانا حافظ عبدالمتین خان زاہد

مکتبہ صفدریہ
نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

نام کتاب .... اطیب الکلام

مصنف .... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

طبع ہفتم .... جنوری ۲۰۰۵ء

تعداد .... گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت .... ۲۱ / روپے

مطبع .... مکی مدنی پرنٹرز لاہور

ناشر .... مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی نمبر ۱۶

☆ مکتبہ امدادیہ ملتان

☆ مکتبہ حقانیہ ملتان

☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان

☆ کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی

☆ اسلامی کتب خانہ ایبٹ آباد

☆ مکتبہ صدیقیہ حضرو اٹک

☆ مکتبہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم

فہرستِ مضامین

تمت بالخیر۔

پیش لفظ

(۱) غیر مقلّدین حضرات نے عرصہ سے علماءِ احناف کو عوام میں بدنام کرنے اور عوام کو ان سے بدظن کرنے کے لیے جن فروعی اور اختلافی مسائل کا سہارا لیا ہے ان میں فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ سرِفہرست ہے، یہ مسئلہ اور دوسرے نزاعی مسائل کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ ابتداء ہی سے چلے آرہے ہیں لیکن جب سے غیر مقلّدین حضرات نے اِن میں غلو سے کام لینا شروع کیا ہے تو اس وقت سے صورتِ حال مختلف ہو گئی ہے پہلے یہ اختلافات اور خصوصیت سے فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ صرف علماء، فقہاء اور محدثین تک ہی محدود تھے، ہر فریق اپنے اپنے اندازِ فہم کے مطابق سوچتا سمجھتا، تحقیق کرتا اور اس پر عمل کرتا تھا اس کے باوجود دوسرے فریق اور اس کے اختیار کردہ مسلک کا دل سے احترام ہوتا تھا، اِن فروعی اختلافات کی آڑ میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع سے گریز کیا جاتا تھا اور ایک دوسرے کے خلاف تعصب آمیز مہم نہیں چلائی جاتی تھی۔ لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے اب

اختلاف کی حدود علماء اور فقہاء سے تجاوز کر کے عوام تک وسیع ہو چکی ہیں عموماً فریق مخالف اور اس کے اختیار کردہ مسلک کا احترام دل سے اٹھ گیا ہے۔ برسرِ عام ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے اور ان اختلافات کا سہارا لے کر دوسروں پر گمراہ، جہنمی، فرقۂ ناجیہ سے خارج اور فی النار و فی السقر کے فتوے جڑے جاتے ہیں وہ اختلافات جو علماء و فقہاء کے علم و نظر میں وسعت پیدا کرنے کے محرک ہوتے تھے اور امت کے لیے رحمت ہوا کرتے تھے افسوس کہ وہ آج زحمت بن چکے ہیں۔

(۲) اس عظیم انقلاب کا پس منظر غیر مقلدین حضرات کا وہ تعصب ہے اور علمائے احناف سے ان کا وہ بغض اور عناد ہے جو انہیں کسی بھی لمحہ چین سے نہیں بیٹھنے دیتا یعنی اس وقت جب کہ ہندوستان کے علماء احناف تحریک آزادی کی قیادت کر رہے تھے اور سرزمین ہند کو ظالم فرنگی کے پنجۂ استبداد سے چھڑانے میں مصروف تھے غیر مقلدین حضرات نے (خدا جانے کس مصلحت کے تحت) ان فروعی اختلافات کی آڑ لے کر اور خصوصاً تقلید اور فاتحہ خلف الامام وغیرہ کے مسئلہ کو موضوع بحث بنا کر علمائے احناف کے خلاف طوفان بپا کر دیا اور بیسیوں کی تعداد میں کتابیں رسالے اور پمفلٹ ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا دیے کہ مقلدین اور خصوصاً احناف سنت کے پیروکار نہیں ہیں یہ اماموں کے اندھے اور کورے مقلد ہیں اور احناف تو سراسر سنت کے خلاف چلتے ہیں رفع یدین یہ نہیں کرتے، اماموں کے پیچھے فاتحہ یہ نہیں پڑھتے

وغیرہ وغیرہ اس لیے یہ گمراہ ہیں اور فرقۂ ناجیہ سے تو قطعی طور پر خارج ہیں اور ناجی فرقہ صرف اہلحدیث ہے باقی سب فی النار والسقر ہیں۔ غرضیکہ مقلّدین اور خصوصاً احناف کی یہ مفروضہ غلطیاں اور عیوب جو بارہ سو برس (۱۲۰۰) تک کسی کے نزدیک موجب تکفیر و تفسیق نہ تھے ان حضرات پر چشم زدن میں منکشف ہو گئے اور ان کے خلاف ہر قسم کے بے محل فتوے صادر کرنے میں ان کو لطف محسوس ہوا۔

(۳) اوّل تو علماء احناف نے ان کی سرگرمیوں پر خاموشی اختیار کی لیکن جب یہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان سرگرمیوں سے باز آنے والے نہیں اور جب یہ لوگ تمام مذہبی، اخلاقی اور اخلاقی حدود سے تجاوز کر گئے تو علماء احناف کو بھی مجبوراً محض دفاع کی خاطر میدان میں آنا پڑا اور علامہ ظہیر احسن شوق نیموی، مجاہد کبیر حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری فقیہ وقت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ اور حضرت مولانا کرم الدین صاحب دبیرؒ نے اس فتنہ کا تقریری اور تحریری طور پر مقابلہ کیا اور علمی دنیا میں غیر مقلّدین حضرات کی حقیقت واضح کر دی اور ثانی الذکر دو بزرگوں نے تو فاتحہ خلف الامام اور دیگر بعض مسائل میں میدانِ مناظرہ میں اتنی عظیم شکست دی کہ غیر مقلد مناظرین کو پھر دوبارہ ان بزرگوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن اس امر کا احساس بڑی شدت اختیار کرتا چلا جا رہا تھا کہ ان مسائل کے متعلق چند کتابیں ایسی تحریر کی جائیں جن میں ان مسائل کے تمام مباحث تفصیلی طور پر جمع ہو جائیں اور متلاشیانِ حق کو تمام مباحث یکجا فراہم ہو سکیں۔

(۴) چنانچہ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے والد محترم محقق وقت حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ نے فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر ایک خالص علمی اور تحقیقی کتاب "احسن الکلام فی عدم وجوب قرأۃ الفاتحہ خلف الامام" دو جلدوں میں تحریر فرمائی، اس کتاب کا علماء کرام، فقہاء عظام اور محدثین نے پرجوش خیر مقدم کیا اور اس کو انتہائی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اکابر محدثین نے زوردار الفاظ میں تقاریظ لکھ کر اس کی تائید فرمائی اور علماء نے اس کی بے انتہا تعریف کی لیکن غیر مقلدین حضرات اس کتاب کے منظر عام پر آنے سے بے حد سیخ پا ہوئے اور ان کے عزائم کی وہ خوشنما عمارت جو عرصہ سے وہ تصور میں قائم کئے ہوئے تھے دھڑام سے زمین پر آرہی چنانچہ اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے کافی لوگوں نے ہاتھ پاؤں ہلائے لیکن اس کتاب کا دائرۂ اثر بجائے تنگ ہونے کے دن بدن وسیع ہوتا چلا گیا اور جن لوگوں نے اس کے جوابات شائع کئے تھے ان کے جوابات خود اپنی ناکامی پر مصنفین کا منہ تکتے رہ گئے، اب اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری کی جارہی ہے اور اس کا دوسرا ایڈیشن انشاء اللہ تعالیٰ تراجم واضافات کے ساتھ عنقریب منصۂ شہود پہ جلوہ گر ہورہا ہے جس میں احسن الکلام کا جواب لکھنے والوں کے جوابات کا خوب جائزہ لیا گیا ہے۔

(۵) ملک کے چند اکابر علماء نے حضرت والد محترم دامت فیوضہم کو مشورہ دیا کہ

ایک تو یہ کتاب خالص علمی رنگ میں لکھی گئی ہے جس سے علماء اور طلبہ ہی صحیح طور پر مستفید ہو سکتے اور عوام الناس اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اور دوسرا یہ کہ یہ کتاب بہت ضخیم ہے جسے ہر کوئی شخص پڑھ بھی نہیں سکتا اس لیے عوام کے لیے محض نفس مسئلہ اور اس کے ضروری مباحث پر مشتمل ایک چھوٹا سا رسالہ اس کتاب سے ملخص کر کے شائع کرنا چاہیئے تاکہ علماء کی طرح عوام بھی اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ سکیں اور غیر مقلّدین حضرات نے عوام میں جو غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔

حضرت مدظلہٗ نے بارہا اس کام کے کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن ان کی بے حد مصروفیات نے ان کو اس بات کی اجازت نہ دی اور کام بھی چونکہ بہت ضروری اور عجلت طلب تھا اس لیے احقر نے اس عظیم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے باوجود اپنی علمی و عملی بے مائیگی کے بیڑا اٹھایا اور محض خداوند قدوس کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کام کا آغاز کیا اور اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہ کے فضل و کرم کے ساتھ اس رسالہ کو مکمل کیا اس رسالہ میں جتنے مباحث ہیں وہ احسن الکلام ہی سے اخذ کیے گئے ہیں اگرچہ بعض مقامات پر ترتیب ایک ضروری مصلحت کے پیش نظر بدل دی ہے اور بعض جگہوں پر عبارت میں اجمال و تفصیل سے بھی کام لیا گیا ہے لیکن اس کا تانا بانا احسن الکلام ہی سے تیار کیا گیا ہے اس کتابچہ میں سند اور روات کی توثیق و جرح پر اور نیز دیگر اعتراضات اور ان کے جواب

پر کوئی بحث نہیں کی گئی وہ جس صاحب ذوق نے دیکھنی ہو تو اصل کتاب احسن الکلام میں دیکھے ہاں صرف باحوالہ مسئلہ اس کتابچہ میں پڑھ لے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ حضرت والد محترم مدظلہ کی صحت اور درازیٔ عمر کے لیے دعا کریں اور اس حقیر کے لیے دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ اس حقیر پُر تقصیر کو علم نافع اور عمل صالح کی دولت عظمیٰ سے نوازے اور دین حق کی اور علماء کرام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین ثم آمین۔

خاکپائے علماءِ احناف

حقیر پُر تقصیر حافظ محمد عبد المتین خاں زاہد

متعلم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

۹ر صفر ۱۳۸۵ھ

۱۰ر جون ۱۹۶۵ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۵

سبب تالیف

عالمِ انسانی میں ہر چیز کا وجود اسباب وعلل اور دواعی ومحرکات کے وجود پر موقوف ہے جب تک علّت وجود اپنے تمام لوازم و دواعی کے ساتھ معرض وجود میں نہ آجائے کسی چیز کا عالم وجود میں آنا ممکن نہیں اگرچہ مسئلہ قرأۃ خلف الامام اپنے مثبت یا منفی پہلو کے لحاظ سے عہد صحابہ کرام ؓ سے لے کر تاہنوز بحث وتمحیص اور تطبیق وترجیح کا محتاج رہا ہے اور ہر فریق نے اپنی صواب دید کے مطابق اس کے محرم یا مبیح پہلو پر خامہ فرسائی کی اور دلائل کو اجاگر کر کے اپنے مسلک کی تائید اور دوسرے فریق کو جواب دیا ہے مگر کتاب احسن الکلام کو اس خاص شکل وصورت اور ترتیب و دلائل کے ساتھ پیش کرنے کا بڑا سبب فریق ثانی کی حد سے زیادہ تجاوز اور گرم گفتاری ہے اور گویا ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ۔ ع

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تُست!

غیر مقلدین حضرات کا یہ دعوٰے ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس کی نماز بالکل نہیں ہوتی اور بعض نے تو یہاں تک تجاوز کیا ہے کہ جملہ احناف کو بے نماز اور مفسدین صلوٰۃ کے خطاب سے نوازا ہے چنانچہ ان حضرات کی تعدی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ (المتوفیٰ ۱۳۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ "بالخصوص قسم کھا کر کہے کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی اور ان کی بیبیوں سے غیر مقلدین کو بلا طلاق نکاح جائز ہے" (تنقیح التنقید ص۳۵) اور ایک غیر مقلد مگر منصف مزاج عالم لکھتے ہیں کہ "اول تحریر ایک ہمارے ہی علماء اہلحدیث کی پرچہ تنظیم میں طبع ہوئی تھی جس میں مولانا موصوف نے مدرک رکوع کے لعتقاد والوں کو مخلد فی النار تک کا حکم صادر فرما دیا تھا نتیجہ اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہٰذا اس کی نماز نہیں جس کی نماز نہیں وہ بے نماز ہے بے نماز کافر ہے اور وہ مخلد فی النار ہے (بلفظہ) بحوالہ اتمام الرکوع فی ادراک الرکوع ص۱ طبع کردہ مینجر رسالہ صحیفۂ اہلحدیث صدر دہلی۔

اور اب کراچی سے ایک کتابچہ بنام "فصل الخطاب فی قرأۃ فاتحۃ الکتاب" کتب خانہ اہلحدیث ۱۱۹ نیو کلاتھ مارکیٹ کراچی کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں انتہائی فراخدلی سے روئے زمین کے احناف کو انعامی چیلنج کیا گیا ہے اور روئے زمین کی چیدہ چیدہ ہستیوں کو للکارا گیا ہے اس چیلنج کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

انعامی چیلنج :- تمام دنیا کے حنفی حضرات کو کھلا اور انعامی چیلنج دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم اہلحدیث امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن بحوالہ صحاح ستہ وما وافق بہا دکھلاتے ہیں ایسا ہی وہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن سے بحوالہ صحاح ستہ وما وافق بہا دکھا دیں تو ہم ان کو اس حق محنت واد ہمت تمغہ صداقت کے صلہ میں فاتحہ کے ہر حرف کے بدلے میں مبلغ ایک سو روپیہ ۱۰۰ دینے کو تیار ہیں انشاء اللہ، کیا ہے روئے زمین پر کوئی زندہ دل حنفی جو میدان مناظرہ میں کود پڑے اور امام کے پیچھے خاص لفظ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا دکھا کر مبلغ پانچسو ۵۰۰ روپیہ کا انعام حاصل کرے دیدہ باید۔

اس انعامی چیلنج کو شائع کئے ہوئے آج تیرہ ۱۳ سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے اور تقریباً یہ چیلنج بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ کی تعداد میں طبع کرا کر علماء اور جہلاء کے ہاتھوں میں پہنچا چکے ہیں۔ دیوبند، ڈابھیل اور ہندوستان و پاکستان کے احناف کے بڑے بڑے مدارس میں بھی پہنچ چکا ہے احناف کے مقتدر علماء مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی خدمت میں پیش ہو چکا ہے لیکن اس وقت تک کسی حنفی کو یہ جرأت نہیں ہوئی اور نہ ہی آئندہ ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ کہ وہ دنیا کی کسی کتاب سے ایک حدیث ہی بموجب شرائط مندرجہ چیلنج پیش کر کے انعام حاصل کرنے کے علاوہ مذہب حنفی پر احسان کرتا لیکن کرتا کہاں سے جب کہ اس طرح ایک

حدیث کسی دنیا کی اسلامی کتب میں موجود نہ ہو اور یقیناً نہ ہو (انتہی بلفظہٖ فصل الخطاب صد۲ و صد۳) اس شاہی اور فراخدلانہ انعامی چیلنج کے بعد اسی کتابچہ کے آخری صفحہ پر یہ اعلان ان الفاظ سے دہرایا گیا ہے "تمام دنیا کے علماء احناف کو کھلا چیلنج":

ہم تمام علماء احناف ہند، سندھ، پنجاب، بنگال، خراسان، عربستان چین، جاپان، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا، یورپ، مصر، عراق وغیرہ کو بذریعہ چیلنج و اشتہار ہذا کے دعوت دیتے ہیں کہ ان مسائل مندرجہ ذیل کو کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع متصل سے اور وہ حدیث جس مسئلہ کے ثبوت میں پیش کریں نص صریح صحاح دما وافق بہا سے ثابت فرمادیں تو ہم ان کو اس حق محنت، داد ہمت، تمغہ صداقت کے صلہ میں ہر آیت اور ہر حدیث کے بدلہ میں پچیس۲۵ روپیہ انعام دیں گے انشاء اللہ۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدیوں کو فاتحہ سے منع کرنا۔

(پھر نو عدد مسئلے لکھ کر اور تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ تحریر فرما کر بحث کو اس اعلان پر ختم کیا ہے) هَلْ مِنْ مبارز بِّنَا رِزُوْنِيْ۔ یعنی کیا ہے روئے زمین پر کوئی زندہ دل اور خوش نصیب حنفی بھائی جو میدان میں کودے اور ہم سے سینکڑوں روپیہ کا انعام حاصل کرے دیدہ باید انتہی بلفظہٖ (فصل الخطاب) اور اب فصل الخطاب صد۱ کے جدید اڈیشن میں یہ دعوے کیا گیا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے۔ کالعدم ہے بیکار ہے اور باطل ہے

(بلفظہ) مشہور غیر مقلدؒ مولوی ابو الشکور عبد القادر صاحب حصاروی لکھتے ہیں کہ۔

حق مذہب اہل حدیث ہے اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں تو اہل حدیثوں پر واجب ہے، کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں (بلفظہ سیاحۃ الجنان بمناکحۃ اہل الایمان صلا) اور نیز لکھا ہے کہ مقلدؒین حنفیہ کے ہر دو فرقے دیوبندی اور بریلوی بلاشبہ گمراہ ہیں اور اہل حدیثوں جیسے مسلمان نہیں (ایضاً صلا) اور پھر لکھا ہے کہ خواص تو جانتے ہیں میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین موجودہ دس وجھوں سے (جن میں ایک ترک القرأۃ خلف الامام بھی ہے) گمراہ ہیں اور فرقۂ ناجیہ سے خارج ہیں جن سے مناکحت جائز ہے (بلفظہ صد) اور پھر آگے لکھا ہے کہ سچا فرقہ اور ناجیہ اہلحدیث ہے باقی سب فی النّار والسقر ہیں لہذا مناکحت فرقہ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہیئے اہل بدعت سے نہ ہو تاکہ مخالطت لازم نہ آئے (بلفظہ ص۲۲)

یہ اور اس قسم کے دیگر اقتباسات کو پیش نظر رکھ کر پڑھے آدمی کو ضرور شبہ ہو جاتا ہے کہ حنفی معاذ اللہ گمراہ ہیں اور ان کی گمراہی کے مسائل میں سے ایک مسئلہ ترک القرأۃ خلف الامام بھی ہے۔ اس مجبوری کے پیش نظر ہم نے یہ کتاب سہل زبان میں لکھی ہے تاکہ منصف مزاج حضرات خود فیصلہ کرلیں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

فریق ثانی کے تیرھویں صدی ہجری کے وکیل اعظم مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوریؒ (المتوفی ۱۳۵۳ھ) جن کی کتاب تحقیق الکلام پر فریق ثانی کے مسئلہ زیر بحث پر مناظرہ کا دارومدار ہے۔ امام خطابیؒ (المتوفی ۳۸۸ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں

کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف تھا ایک گروہ قرأت خلف الامام کا قائل اور دوسرا گروہ منکر تھا اسی لئے فقہاء کرامؒ اور ائمہ دینؒ کا بھی اس میں اختلاف ہے ایک طائفہ مطلقاً وجوب کا قائل ہے اور دوسرا مطلقاً ممانعت کا اور تیسرا گروہ سرّی نمازوں میں قائل ہے اور جہری میں قائل نہیں ہے (محصلہ تحفۃ الاحوذی جلد اص ۲۵۷) اندریں حالات انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فریق ثانی جس پہلو کو حق اور صحیح سمجھتا شدت کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتا لیکن اس اختلافی مسئلہ میں دوسروں کی تکفیر و تفسیق ہرگز نہ کرتا اور ان پر تعدّی و تجاوز سے گریز کرتا مگر آپ دیکھ چکے ہیں کہ وہ تو ان کو (معاذ اللّٰہ) گمراہ اور ناجی فرقہ سے ہی خارج نہیں کر رہے بلکہ ان کو فی النار والسقر کر کے ہی خوشی محسوس کرتے ہیں (العیاذ باللّٰہ) اور بایں ہمہ ظلم و جور فریق ثانی سلف صالحینؒ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور عوام کو یہ باور کرا رہا ہے کہ سنت صحیحہ صرف مجھے الاٹ ہے اور اس کا بلا شرکت غیرے واحد ٹھیکیدار ہی میں ہوں اور مجھے ہی دین کا غم ہے۔ فواسفا۔

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لائے تاب جو غم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو

○

باب اوّل

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلّم داشتن

اہلِ اسلام پر یہ بات مخفی نہیں کہ قرآن کریم کو قطعیت اور یقین کا جو درجہ حاصل ہے وہ دنیا میں کسی اور کتاب کو ہرگز حاصل نہیں ہے اس لحاظ سے جس مسئلہ پر قرآن کریم کی کسی آیت سے روشنی پڑتی ہو وہ مسئلہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ اور جس گروہ کے ہاتھ میں قرآن پاک کی آیت بطور دلیل موجود ہو وہ یقیناً برحق ہوگا بحمد اللہ تعالیٰ جمہور اہلِ اسلام کے پاس امام کے پیچھے ہر قسم کی قرأت ترک کرنے کے بارے میں نص قطعی موجود ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۔

اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔

(پ ۹، اعراف، ۲۴)۔

جمہور اہل اسلام کا بیان ہے کہ اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ قرأۃ خلف الامام پر روشنی ڈالی ہے کہ جب امام قرآن کریم کی قرأت کر رہا ہو تو اس وقت مقتدیوں کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ اس کی طرف کان لگائے رکھیں اور خود خاموش رہیں امام کا وظیفہ قرأت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ صرف استماع اور انصات یعنی توجہ کرنا اور خاموش رہنا ہے۔

اس آیت کی تشریح میں پہلی روایت امام ابن جریرؒ رأس المفسرین حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے اس آیت کی تفسیر یوں نقل فرماتے ہیں کہ:

صَلّٰی اِبْنُ مَسْعُوْدٍؓ فَسَمِعَ اُنَاسًا يَّقْرَءُوْنَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَمَا اٰنَ لَكُمْ اَنْ تَفْقَهُوْا اَمَا اٰنَ لَكُمْ اَنْ تَعْقِلُوْا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا كَمَا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی (تفسیر ابن جریر جلد ۹ ص۱۰۳)

حضرت ابن مسعودؓ نے نماز پڑھی سو انہوں نے چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم عقل اور سمجھ سے کام لو اور جب قرآن کی قرأت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

یہ صحیح روایت وضاحت سے یہ بات ثابت کرتی ہے کہ پڑھنے والے امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو عقل و فہم سے کام

نہ لینے پر تنبیہ فرماتے ہوئے امام کے پیچھے قرأت سے منع فرمایا اور یہ بات بھی عیاں کر دی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو استماع اور انصات کا حکم دیا ہے جو امام کے ساتھ اس کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہوں۔ اور یہ وہی حضرت ابن مسعودؓ ہیں جو کتاب اللہ کے عالم ہونے میں تمام صحابہ کرامؓ حتیٰ کہ خلفاء راشدینؓ سے بھی بڑھے ہوئے تھے اور جن کو ہر سورت اور ہر آیت کا شان نزول بخوبی معلوم تھا۔

دوسری روایت :۔ حضرت امام بیہقیؒ کتاب القراۃ میں حضرت ابن مسعودؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ :۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ فِی الْقِرَاءَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ اَنْصِتْ لِلْقُرْاٰنِ کَمَا اُمِرْتَ فَاِنَّ فِی الْقِرَاءَۃِ لَشُغْلًا وَ سَیَکْفِیْکَ ذٰلِکَ الْاِمَامُ۔
(کتاب القراۃ ص ۴۳)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کیونکہ خود پڑھنے سے امام کی قرأت سننے سے آدمی رہ جاتا ہے اور امام کا پڑھنا ہی تمہارے لیے کافی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت بھی صحیح ہے اور خطاب ان لوگوں کو ہے جو امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) سے اس آیت کی تفسیر میں متعدد روایات مروی ہیں مگر اس جگہ ہم صرف دو روائتیں نقل کرتے ہیں۔

پہلی روایت: حضرت امام بیہقیؒ کتاب القراۃ میں نقل فرماتے ہیں کہ۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ یَعْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ الْمَفْرُوْضَۃِ۔ (کتاب القراۃ ص۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ واذا قرئ القرآن الخ فرضی نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا مفہوم واضح ہے کہ اس آیت میں استماع اور انصات کا جو حکم آیا ہے وہ شانِ نزول کے اعتبار سے صرف فرضی نمازوں کو شامل ہے گو غیر فرضی نمازوں (نماز عید و تراویح وغیرہ) اور خطبہ کو بھی عمومِ الفاظ کے لحاظ سے یہ شامل ہے۔

دوسری روایت: حضرت امام بیہقیؒ کتاب القراۃ میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ:

اَلْمُؤْمِنُ فِیْ سَعَۃٍ مِّنَ الْاِسْتِمَاعِ اِلَیْہِ اِلَّا فِیْ صَلٰوۃٍ مَفْرُوْضَۃٍ اَوِ الْمَکْتُوْبَۃِ اَوْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَوْ یَوْمَ الْفِطْرِ اَوْ یَوْمَ الْاَضْحٰی یَعْنِیْ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ (کتاب القراۃ ص۳۷)

آیۃ واذا قرئ القرآن الخ کے پیش نظر مومن پر کوئی پابندی نہیں کہ وہ سنے یا نہ سنے مگر فرضی نماز، نماز جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ان حالات میں تو بہر حال اس کیلئے

استماع اور انصات ضروری ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی سابق روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ آیۂ کریمہ مذکورہ کا شانِ نزول فرضی نماز ہے اور اس روایت میں وہ عموم الفاظ کے پیش نظر خطبۂ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کو بھی شامل کرتے ہیں اور ان سب کا حکم بھی استماع اور انصات بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مجاہدؒ بن جبرؒ (المتوفی سنہ ۱۰۲ھ) اس آیۂ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے یعنی انصات اور استماع کا حکم امام کے پیچھے نماز ادا کرنے والوں کے لیے ہے (کتاب القراۃ صہ۳)

حضرت سعید بن مسیبؒ (المتوفی سنہ ۹۴ھ) بھی اس آیۂ کریمہ کا شان نزول نماز ہی بیان فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ قَالَ فِی الصَّلٰوۃِ یعنی یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے (کتاب القراۃ صہ۵)

حضرت حسن بصریؒ (المتوفی سنہ ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا فِی الصَّلٰوۃِ یعنی اس آیۂ کریمہ کا شانِ نزول نماز ہے (کتاب القراۃ صہ۵)

حضرت امام زہریؒ (المتوفی سنہ ۱۲۴ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

لَا يَقْرَأُ مَنْ وَرَاءَ الْاِمَامِ فِيْمَا يَجْهَرُ فِيْهِ الْاِمَامُ تَكْفِيْهِمْ قِرَاءَتُهٗ	امام کے پیچھے جہری نمازوں میں مقتدی کو قراۃ کرنے کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے

الْاِمَامِ وَاِنْ لَّمْ يَسْمَعْ صَوْتَهٗ وَلٰكِنْ يَقْرَأُوْنَ فِيْمَا لَا يَجْهَرُ بِهٖ سِرًّا فِيْ اَنْفُسِهِمْ وَلَا يَصْلُحُ لِاَحَدٍ خَلْفَهٗ اَنْ يَّقْرَأَ مَعَهٗ فِيْمَا يَجْهَرُ بِهٖ سِرًّا وَّلَا عَلَانِيَةً فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (کتاب القراءۃ ص ۷۵)

امام کا پڑھنا ہی مقتدی کو کافی ہے چاہے مقتدی کچھ بھی نہ سنتا ہو اس کو نہ جہر سے پڑھنا جائز ہے اور نہ آہستہ ہاں سِرّی نمازوں میں وہ اپنے دل میں قرأت کر سکتا ہے اور جہری نمازوں میں اس لئے منع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب قرآنِ کریم پڑھا جاتا ہو تو تم خاموش رہو اور اسے سنو۔

سِرّی اور جہری نمازوں کا بیان اپنا جگہ پر ہو گا لیکن بہر حال امام زہری بھی اس آیۂ کریمہ کا شانِ نزول مسئلہ قرأۃ خلف الامام بتلاتے ہیں۔

حضرت عبید بن عمیرؒ (المتوفی ۷۴ھ) اور حضرت عطاء بن ابی رباح رح (المتوفی ۱۱۴ھ) سے مروی ہے کہ وہ دونوں بزرگ ایک جگہ باتیں کر رہے تھے اور پاس ہی ایک واعظ وعظ کر رہے تھے راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان دونوں بزرگوں کو کہا کہ آپ ذکر کیوں نہیں سنتے اور کیوں وعید کے مستوجب ہو رہے ہیں؟ ان دونوں نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے میں نے پھر دوبارہ کہا تو پھر ان بزرگوں نے میری طرف دیکھا اور باتیں شروع کر دیں پھر جب میں نے سہ بارہ کہا تو دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ جو آیت تمہارے پیشِ نظر

ہے یعنی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ الخ تو یہ آیت نماز کے متعلق ہے نہ کہ وعظ وغیرہ کے متعلق۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۹ صفحہ ۱۱۰ و تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۱)

حضرت محمد بن کعب القرظیؒ (المتوفی ۱۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے جب آپؐ قرأت کرتے تو صحابہؓ بھی ساتھ ساتھ قرأۃ کرتے جاتے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ الخ کہ جب قرآنِ کریم پڑھا جاتا ہو تو تم خاموشی اور توجہ کیساتھ اسے سنو تاکہ تم رحم کیے جاؤ (کتاب القرأۃ صفحہ ۶۳)

حافظ ابن کثیرؒ آیۂ مذکورہ کے متعلق مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

وَكَذَا قَالَ۔ الضَّحَّاكُ وَاِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَقَتَادَةُ وَالشَّعْبِيُّ۔ وَالسُّدِّيُّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِكَ الصَّلٰوةُ۔

ضحاکؒ، ابراہیم نخعیؒ۔ قتادہؒ۔ شعبیؒ۔ سدیؒ اور عبدالرحمانؒ بن زید بن اسلمؒ رحمہم اللہ تمام یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شانِ نزول نماز ہے۔

(ابن کثیر ص ۲۸۱ ج ۲)

حضرات! ابھی بہت سی مندرو اُنیں تابعینؒ اتباع تابعینؒ اور مفسرین کرامؒ سے اس آیت کی تفسیر میں موجود ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے انہیں نظرانداز کرتے ہیں اور چند معتبر تفسیروں کے حوالے ہدیۂ ناظرین کرتے

ہیں بغور ملاحظہ فرمادیں۔

امام ابن جریر طبریؒ (المتوفی سنہ ۳۱۰ھ) آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر کے بارہ میں جتنے بھی اقوال ہیں ان سب میں سب سے زیادہ راجح قول یہ ہے کہ آیۂ مذکورہ کا شانِ نزول نماز اور خطبہ ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وَقَدْ صَحَّ الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَا ذَکَرْنَا مِنْ قَوْلِہٖ وَاِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَانْصِتُوْا فَاِنَّ الْاِنْصَاتَ خَلْفَہٗ لِقِرَاءَتِہٖ وَاجِبٌ عَلٰی مَنْ کَانَ بِہٖ مُؤْتَمًّا سَامِعًا قِرَاءَتَہٗ لِعُمُوْمِ ظَاہِرِ الْقُرْاٰنِ وَالْخَبَرِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح حدیث مروی ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو لہٰذا جو شخص امام کے پیچھے اس کی اقتداء کر رہا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ خاموش ہو کر امام کی قرأت سنے کیونکہ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے یہی ثابت ہے۔

(تفسیر ابن جریر جلد ۹ ص ۱۱۲)

امام حسین بن محمود بغویؒ (المتوفی سنہ ۵۱۶ھ) آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی تحقیق یوں درج فرماتے ہیں کہ:

وَالْاَوَّلُ اَوْلٰی وَھُوَ اَنَّھَا فِی الْقِرَاءَۃِ فِی الصَّلٰوۃِ لِاَنَّ الْاٰیَۃَ مَکِّیَّۃٌ

ان سب میں سے راجح قول پہلا ہے وہ یہ کہ آیۂ مذکورہ کا شان نزول نماز ہے

وَالْجُمُعَۃُ وَجَبَتْ بِالْمَدِیْنَۃِ وَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّہٗ مَامُوْرٌ بِہٖ بِالْاِنْصَاتِ حَالَۃَ مَا یَخْطُبُ الْاِمَامُ (تفسیر معالم التنزیل علی ابن ابن کثیر جلد ۳ صہ ۶۲۳)

اسلیئے کہ یہ آیت مکی ہے اور جمعہ تو مدینہ میں فرض ہوا لہٰذا خطبہ اس کا شانِ نزول کیونکر ہو سکتا ہے ہاں مگر سب علماء کا اتفاق ہے کہ خطبہ کے وقت بھی سامع کو خاموش رہنا چاہیئے۔

امام بغویؒ نے یہ معاملہ بالکل صاف کر دیا ہے کہ اس آیت کا شان نزول تو صرف نماز ہے خطبہ کسی طرح بھی اس کا شان نزول نہیں ہو سکتا ہاں قرآن کریم کے عموم الفاظ اور ائمہ دینؒ کے اتفاق سے خطبہ کے وقت خاموش رہنا بھی مامور بہ ہے علامہ محمود بن محمد زمخشریؒ (المتوفیٰ ۵۲۸ھ) آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فَظَاھِرُہٗ وُجُوْبُ الْاِسْتِمَاعِ وَالْاِنْصَاتِ وَقْتَ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِیْ صَلٰوۃٍ وَغَیْرِ صَلٰوۃٍ وَقِیْلَ کَانُوْا یَتَکَلَّمُوْنَ فِی الصَّلٰوۃِ فَنَزَلَتْ ثُمَّ صَارَ سُنَّۃً فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ اَنْ یُّنْصِتَ الْقَوْمُ اِذَا کَانُوْا فِیْ مَجْلِسٍ یُّقْرَاُ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ۔ (تفسیر کشاف للزمخشری جلد ا صہ ۵۲۳)

آیت کا ظاہری مفہوم اس بات پر دال ہے کہ نماز یا غیر نماز ہر حالت میں قرآن کی طرف توجہ کرنا اور خاموش رہنا ضروری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے لوگ نماز میں تکلّم کیا کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی پھر یہ سنت ہے کہ خارج از نماز اگر کسی مجلس میں قرأت ہوتی ہو تو سامع خاموشی اختیار کرے۔

قاضی بیضاویؒ (المتوفی ۶۸۵ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

نَزَلَتْ فِي الصَّلٰوةِ كَانُوْا يَتَكَلَّمُوْنَ فِيْهَا فَأُمِرُوْا بِاسْتِمَاعِ قِرَاءَةِ الْإِمَامِ وَالْإِنْصَاتِ لَهٗ، وَظَاهِرُ اللَّفْظِ يَقْتَضِيْ وُجُوْبَهُمَا حَيْثُ يُقْرَأُ الْقُرْاٰنُ مُطْلَقًا وَعَامَّةُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى اِسْتِحْبَابِهِمَا خَارِجَ الصَّلٰوةِ۔

(تفسیر بیضاوی ص ۳۰۱)

یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے لوگ نماز میں تکلم کیا کرتے تھے تو اس کے ذریعہ ان کو قراءتِ امام کی طرف توجہ کرنے اور خاموش رہنے کا حکم کیا گیا ہے آیت کا ظاہر مقتضی یہ ہے کہ جہاں بھی قرأت ہو وہاں استماع اور انصات ضروری ہو لیکن اکثر علماء قرأت خارج الصلوٰۃ میں انصات اور استماع کو صرف مستحب قرار دیتے ہیں

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۷۷۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم مومنوں کے لیے بصیرت ہدایت اور رحمت کا موجب ہے تو اس کے بعد قرآن مقدس کے احترام اور اس کی تعظیم کا عملی طریقہ بتایا کہ جب قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہو تو اس وقت تم خاموش رہو نہ جیسا کہ مشرکین قرآن سنتے وقت شور و غل مچایا کرتے تھے آگے لکھتے ہیں:۔

لٰكِنْ يَتَأَكَّدُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ اِذَا جَهَرَ الْاِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ كَمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ مِنْ

لیکن احادیث سے مؤکد طور پر خاموش رہنے کا حکم صرف امام کے پیچھے فرضی نمازوں میں اقتداء کرنے والوں کے لیے معلوم ہوتا

حَدِیْثِ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیْؓ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ
لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا
وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا وَکَذَا رَوَاہُ
اَھْلُ السُّنَنِ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ
ھُرَیْرَۃَ اَیْضًا وَصَحَّحَہٗ مُسْلِمُ بْنُ
الْحَجَّاجِ وَلَمْ یُخَرِّجْہَا فِی الْکِتَابِ
تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۶۲۳ مع المعالم

ہے چنانچہ امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں حضرت
ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت نقل کی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
امام تکبیر کہے تو تم بھی کہو اور جب امام قرأت
کرے تو تم خاموش رہو اسی طرح ارباب
سنن نے حضرت ابی ہریرہؓ کی روایت
بھی بالسند پیش کی ہے اور امام مسلمؒ نے
اس کی تصحیح کی ہے لیکن سند کے ساتھ
اپنی صحیح میں درج نہیں کی۔

علامہ ابو السعودؒ (المتوفی ۹۸۲ھ) آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ اِسْتِمَاعُ تَحْقِیْقٍ
وَقَبُوْلٍ وَاَنْصِتُوْا اَیْ اُسْکُتُوْا
فِیْ خِلَالِ الْقِرَاءَۃِ وَرَاعُوْھَا اِلٰی
اِنْقِضَائِہَا تَعْظِیْمًا لَّہٗ وَتَکْمِیْلًا
لِلْاِسْتِمَاعِ اِلٰی اَنْ قَالَ وَظَاھِرُ النَّظْمِ
یَقْتَضِیْ وُجُوْبَ الْاِسْتِمَاعِ وَالْاِنْصَاتِ
عِنْدَ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوۃِ

یعنی قرآن کریم کی سماعت کی طرف ایسی توجہ
کرو جس سے تحقیق اور قبولِ حق کا جذبہ نظر
آئے اور اثنائے قرأۃ میں بالکل خاموش رہو
اور قرأت مکمل ہونے تک اسے پوری توجہ
سے سنو تاکہ توجہ کا مکمل فائدہ حاصل ہو۔
آیت کے ظاہری الفاظ کا تقاضا ہے کہ
نماز میں اور خارج از نماز جہاں بھی قرأت

وَغَيْرِهَا اِلٰى اَنْ قَالَ وَجُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ عَلٰى اَنَّهٗ فِيْ اِسْتِمَاعِ الْمُؤْتَمِّ (تفسیر ابوالسعود علی الکبیر جلد ۴ صہ ۵۰۳)

ہو وہاں خاموش رہنا چاہیئے لیکن جمہور صحابہؓ کا مسلک یہ ہے کہ وجوبی طور پر خاموش رہنا صرف مقتدی کے لیے ہے

علامہ سید محمود آلوسیؒ مفتی بغداد (المتوفی ۱۲۷۰ھ) اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ:-

اِنَّهَا تَقْتَضِيْ وُجُوْبَ الْاِسْتِمَاعِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِي الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا وَقَدْ قَامَ الدَّلِيْلُ فِيْ غَيْرِهَا عَلٰى جَوَازِ الْاِسْتِمَاعِ وَتَرْكِهٖ فَبَقِيَ فِيْهَا عَلٰى حَالِهٖ فِي الْاِنْصَاتِ لِلْجَهْرِ وَكَذَا فِي الْاِخْفَاءِ لِعِلْمِنَا بِاَنَّهٗ يَقْرَاُ وَيُؤَيِّدُ ذٰلِكَ اَخْبَارٌ جَمَّةٌ۔ (روح المعانی صہ ۳۳ جلد ۹)

آیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نماز میں یا خارج میں جب بھی قرأۃ ہوتی ہو تو خاموش رہنا چاہیئے لیکن خارج از نماز سماع و عدم سماع دونوں پر دلیل قائم ہو چکی ہے لیکن جہری نمازوں میں بہرحال انصات اور استماع ضروری ہے اسی طرح سرّی میں بھی کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ امام قرأت کر رہا ہے اور متعدد حدیثیں اس کی تائید کرتی ہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابو عمر ابن عبدالبرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ جہری نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے قرأت کو صحیح نہیں

سمجھتے تھے ۔

وَوَجْهُهُ قَوْلُهُ تَعَالَى وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ لَا خِلَافَ اَنَّهُ نَزَلَ فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى دُوْنَ غَيْرِهِ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّهُ فِيْ صَلٰوةِ الْجَهْرِ لِاَنَّ السِّرَّ لَا يُسْمَعُ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّهُ اَرَادَ الْجَهْرَ خَاصَّةً (بحوالہ اوجز المسالک جلد ا صـ۲۴۱)

اور ان کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جب قرآن کریم کی قرائت ہوتی ہو تو تم متوجہ ہو کر اس کو سنو تاکہ تم پر رحمت کی جائے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اس آیت کا شان نزول صرف یہی ہے نہ کہ کوئی اور ظاہر ہے کہ استماع تو صرف جہری نمازوں میں ہی ہو سکتا ہے لہٰذا اس آیت سے جہری نمازیں مراد ہونگی نہ کہ سرّی۔

یہ بات تو اپنے مقام پر آئے گی کہ آیت میں صرف استماع کا لفظ نہیں جو محض جہری نمازوں کو شامل ہے بلکہ اس میں انصات کا لفظ بھی ہے جو سرّی نمازوں کو بھی شامل ہے لیکن حافظ ابن عبد البرؒ قرآن کریم کی اس آیت کا شان نزول صرف نماز اور مسئلہ قرأۃ خلف الامام کو قرار دیتے ہیں اور اس حوالہ سے ہماری مراد بھی یہی امر ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فَالنِّزَاعُ مِنَ الطَّرَفَيْنِ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ

مسئلہ زیر بحث میں نزاع تو طرفین سے ہے

يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ جُمْهُوْرُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَمَعَهُمُ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ الصَّحِيْحَةُ وَالَّذِيْنَ اَوْجَبُوْهَا عَلَى الْمَأْمُوْمِ فَحَدِيْثُهُمْ ضَعَّفَهُ الْاَئِمَّةُ۔

لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف و خلف ہیں اور ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ قرأت مقتدی پہ واجب قرار دیتے ہیں تو آئمہ حدیث نے ان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

(تنوع العبادات لابن التیمیہ ص ۸۶)

اور دوسرے مقام پہ شیخ الاسلامؒ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وَقَوْلُ الْجُمْهُوْرِ هُوَ الصَّحِيْحُ فَاِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ قَالَ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰى اَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلٰوةِ۔

جمہور کا مسلک ہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو تا کہ تم رحم کئے جاؤ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر سب لوگوں کا اجماع ہے کہ اس آیہ کریمہ کا شان نزول نماز ہے

(فتاوٰی ابن تیمیہ جلد ۲ ص ۴۱۲)

شیخ الاسلامؒ مذکور ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

وَذَكَرَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ الْاِجْمَاعَ عَلٰى اَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلٰوةِ وَذَكَرَ الْاِجْمَاعَ عَلٰى اَنَّهَا لَا تَجِبُ عَلَى الْمَأْمُوْمِ

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے

حَالَ الجَهر۔ (فتاوی جلد ۲ ص ۱۴۳)

بارہ میں نازل ہوئی ہے نیز جہری نمازوں میں مقتدی پر قرأت واجب نہ ہونے پر بھی امام موصوف نے اجماع نقل کیا ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبد الصمد صاحب پشاوریؒ لکھتے ہیں کہ۔

وَاُوْ هُمْ كَوْنُهَا فِي الصَّلٰوةِ لِمَا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ قَالَ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهَا فِي الصَّلٰوةِ (اعلام الاعلام فی القرأة خلف الامام ص۱۹)

صحیح ترین بات یہ ہے کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے جیسا کہ امام بیہقیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نماز کے بارے میں نازل ہونے پر سب کا اجماع واتفاق ہے۔

قارئین کرام! آپ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے لے کر مولانا عبد الصمد صاحبؒ تک چند محقق اکابر کے حوالے اور عبارات ملاحظہ کر لی ہیں کہ آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا الآیۃ کا شان نزول نماز ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کیا ہے اور اس آیت کریمہ میں باقی تمام سورتیں عموماً اور سورۂ فاتحہ خصوصاً لفظ قرآن کا مصداق ہے چنانچہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہے کہ:۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ (پ۱۴۔ الحجر۔۶)

اور البتہ دی ہیں ہم نے آپ کو سات آیتیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور دیا قرآن بڑے

درجہ کا۔

اور حضرت ابوہریرہؓ (المتوفی ۵۸ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

اُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ۔

ان سات آیتوں اور قرآن عظیم کا مصداق سورۃ فاتحہ ہے۔

(بخاری جلد۲ صفحہ ۶۸۳)

اور حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تورات و انجیل اور زبور و قرآن کریم میں سورہ فاتحہ جیسی اور کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔

وَاِنَّهَا لَسَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ اُعْطِيْتُهٗ۔

اور بے شک سورۃ فاتحہ سبع مثانی اور قرآن عظیم کا مصداق ہے جو مجھے عطا ہوئی ہے۔

(دارمی صفحہ ۴۲۴ طبع دمشق)

اور حافظ ابن کثیرؒ تحریر کرتے ہیں کہ :۔

فَهٰذَا نَصٌّ فِيْ اَنَّ الْفَاتِحَةَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ۔

کہ یہ روایات اور اقوال اس بات پر نص ہیں کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم کا مصداق سورۃ فاتحہ ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد۳ صفحہ ۵۵۵)

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ

حضرت ابن عباسؓ امام ابراہیم النخعیؒ عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ ابن ابی ملیکہؒ، شہر بن حوشبؒ، حسن بصریؒ، مجاہدؒ اور قتادہؒ وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ سبع المثانی اور قرآن العظیم کا مصداق سورۂ فاتحہ ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۵۵)

اس اعتبار سے آیت کریمہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا الآیۃ کا مطلب صاف طور پر یہ ہوگا کہ جب سورۂ فاتحہ پڑھی جائے تو تم توجہ کرو اور بالکل خاموش رہو اور چونکہ اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز اور خلف الامام کا مسئلہ ہے جیسا کہ باحوالہ عرض کیا گیا ہے تو اس لیے امام کے پیچھے مقتدیوں کو دیگر سورتوں کی قرأت عموماً اور سورۂ فاتحہ کی خصوصاً درست نہ ہوگی کیونکہ استماع و انصات کو رب العزت نے امر کے صیغوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر کی خلاف ورزی کی گنجائش اور جواز کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے؟ لیکن خدا خوفی اور سمجھ شرط ہے۔

باب دوم

داریم باخلاص سرے بر خطِ تسلیم | با قول نبی چون و چرا نہ شناسیم
قرآن و حدیث است شفائے دلِ رنجور | قانون و اشارات و شفا را نہ شناسیم

قرآنِ کریم کے بعد دلائل و براہین کے باب میں تمام اہل اسلام کے نزدیک حدیث کا مقام ہے کیونکہ جس مسئلہ کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً و فعلاً وضاحت فرمائی ہو وہ مزید کسی تشریح و تفصیل کا ہرگز محتاج نہیں ہوتا جمہور کا مدلل جس طرح مسئلہ ترک قرأۃ خلف الامام میں قرآن کریم کی نصً قطعی پر مبنی ہے اسی طرح ترک قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں ان کا دامن بحمد اللہ تعالیٰ صحیح احادیث سے بھی لبریز ہے چند صحیح اور حسن قسم کی حدیثیں اس پر ہدیۂ قارئین کرام کی جاتی ہیں غور و انصاف سے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی حدیث :۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ :۔

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب

وَسَلَّمَ فَعَلَّمَنَا سُنَّتَنَا وَبَيَّنَ لَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا ۔ (صحیح ابوعوانہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ واللفظ لہ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۴ مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۴۹۵ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۰)

فرمایا اور سنت کی تعلیم دی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ قرأت کرنا امام کا فریضہ اور ڈیوٹی ہے۔ مقتدیوں کا وظیفہ صرف خاموش رہنا اور انصات کرنا ہے اور ان کے لیے بغیر انصات کے اور کسی چیز کی گنجائش نہیں اور روایت چونکہ مطلق ہے اس لیے سرّی اور جہری دونوں قسم کی نمازوں کو شامل ہے۔

دوسری حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَكَانَ مَا بَيَّنَ لَنَا مِنْ صَلٰوتِنَا وَيُعَلِّمُنَا سُنَّتَنَا قَالَ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور نماز کا طریقہ سکھایا اور سنت کی تعلیم دی اور فرمایا کہ صفیں درست کیا کرو تم میں سے ایک آدمی امام بنے اور جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام

قَرَأَ فَانْصِتُوْا ۔ (ابو عوانہ جلد۲ صـ۱۳۲ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔
واللفظ لہ۔ ابوداؤد جلد ا صـ۱۴۰)

تیسری حدیث: ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَانْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ ۔

فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھے تو تم آمین کہو۔

(ابو عوانہ جلد۲ صـ۱۲۳)

اِن تمام صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ قرأت کرنا امام کا کام ہے اور مقتدیوں کا کام صرف خاموش رہنا ہے اور آپ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ جب امام جہر کرے تو تم خاموش رہو بلکہ یہ فرمایا ہے کہ جب امام قرأۃ کرے تو تم خاموش رہو اور یہ مفہوم عبارۃ النص کے طور پر جہری اور سری نمازوں کو شامل ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور اس روایت سے صراحت سے ثابت ہوا کہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ سے پہلے امام جو قرأۃ کریگا اور مقتدی اسوقت خاموش ہوگا وہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ اور کونسی قرأت ہے؟

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی اس حدیث کو جو متعدد کتب حدیث میں آئی ہے اور جس کو امام مسلمؒ نے بھی صحیح میں نقل کیا ہے۔ مندرجہ ذیل ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہے۔

(۱) امام احمد بن حنبلؒ (۲) امام مسلم (۳) امام نسائی (۴) امام ابن جریر (۵)

علامہ ابن حزمؒ (۶) امام منذریؒ (۷) حافظ ابن کثیرؒ (۸) امام اسحاق بن راہویہؒ۔
(۹) امام ابوبکر بن اثرمؒ (۱۰) حافظ ابن حجرؒ (۱۱) امام ابوزرعہ رازیؒ (۱۲) امام موفق الدین ابن قدامہؒ (۱۳) امام شمس الدین بن قدامہؒ (۱۴) امام ابن خزیمہؒ (۱۵) امام ابوعمر بن عبدالبرؒ (۱۶) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (۱۷) امام ابوعوانہؒ (۱۸) نواب صدیق حسن خانؒ (۱۹) علامہ ماردینیؒ (۲۰) علامہ عینیؒ (۲۱) امام ابن معینؒ (۲۲) امام عثمان بن ابی شیبہؒ (۲۳) امام سعید بن منصور خراسانیؒ (۲۴) امام علی بن المدینیؒ (۲۵) امام ابن صلاحؒ۔

چوتھی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ (نسائی جلد ۱ ص ۱۰۷)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰھم ربنا ولک الحمد کہو۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تمام نمازوں میں امام کا وظیفہ قرأت کرنا اور مقتدی کا وظیفہ خاموشی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ رہنا ہے۔

پانچویں حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص ۹۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو

چھٹی حدیث: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:-

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوۃٍ جَہَرَ فِیْہَا بِالْقِرَاءَۃِ فَقَالَ ھَلْ قَرَأَ مَعِیَ مِنْکُمْ اَحَدٌ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ فَانْتَھَی النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَۃِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا جَہَرَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَاءَۃِ حِیْنَ سَمِعُوْا ذٰلِکَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (موطا امام مالک ص ۲۹، ۳۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ جی ہاں میں نے قرأت کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبھی تو میں اپنے دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت اور کھینچا تانی کیوں ہو رہی ہے؟ آپ کے اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں جہر سے آپ قرأۃ کرتے لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأۃ بالکل ترک کر دی تھی۔

یہ روایت مؤطا امام مالک کے علاوہ حدیث کی دیگر معتبر کتابوں میں بھی مذکور ہے جس کے صحیح ہونے میں قطعاً کوئی کلام نہیں ہو سکتا جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت میں یہ روایت قطعی ہے۔

نیز یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے جیسا کہ ابوداؤد (جلد ۲ صفحہ ۱۲) میں مذکور ہے جس میں تمام صحابہ کرامؓ تقریباً موجود ہوں گے مگر ان میں آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا صرف ایک ہی شخص تھا اور آپ نے ان دیگر حضرات کو کچھ بھی نہیں کہا جنہوں نے آپ کے پیچھے قرأت نہیں کی بلکہ اسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی جس نے قرأت کی تھی اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ حضرت آپ نے قرأت کا خود حکم دیا تھا اب کیا کوئی نیا حکم آیا ہے جس میں اس کی ممانعت کی گئی ہو اور یہ ایک محال امر ہے کہ آپ نے تو تمام صحابہؓ کو قرأت کا حکم دیا ہو لیکن تعمیل کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو اور پھر آپ نے قیام، رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ کو نیز تسبیح، تحمید اور تشہد کو ناگوار نہیں فرمایا اگر کوئی چیز ناگوار گذری ہے تو صرف اور صرف مقتدی کی قرأت! جہری نمازوں میں قرأت کی ممانعت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے؟

ساتویں حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا كَانَ مِنْ صَلٰوةٍ يَجْهَرُ فِيْهَا الْاِمَامُ — کہ جس نماز میں امام جہر کے ساتھ قرأت کرتا

بِالْقِرَاءَةِ فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَقْرَأَ مَعَهُ (کتاب القراۃ للبیہقی ص ۹۹)

ہو تو اس میں کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ امام کے ساتھ قرأت کرے۔

یہ روایت بھی اس بات کو واشگاف کرتی ہے کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کی مطلقاً اجازت نہیں۔

آٹھویں حدیث :- حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا :-

كُلُّ صَلٰوةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِأُمِّ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ إِلَّا صَلٰوةً خَلْفَ إِمَامٍ (کتاب القراۃ للامام البیہقی ص ۱۳۵)

کہ ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

اس روایت میں خلف الامام اور ام الکتاب کی قید کو خاص طور پر ملحوظ رکھنا چاہیئے اور یہ بھی کہ آپؐ نے نمازوں میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کو لازمی قرار دیا ہے مگر مقتدی کے لیے اس کی قرأت کی مطلقاً گنجائش نہیں چھوڑی۔

نویں حدیث :- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ (بحوالہ فتح القدیر جلد ا ص ۲۳۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے امام کی اقتدا کی تو امام کی قرأۃ اس کے لیے کافی ہے۔

اس روایت میں سرّی اور جہری کی کوئی قید نہیں ہے اس لیے یہ اپنے عموم پر ہے اور اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ امام کے پیچھے جب کسی نے اقتداء اختیار کر لی ہو تو مقتدی کو جدا اور الگ قرأت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ امام کا پڑھنا ہی گویا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

دسویں حدیث:۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

اِنَّ رَجُلًا صَلّٰی خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الظُّھْرِ اَوِ الْعَصْرِ یَعْنِیْ یَقْرَأُ فَاَوْمٰی اِلَیْہِ رَجُلٌ فَنَھَاہُ فَاَبٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَتَنْھَانِیْ اَنْ اَقْرَأَ خَلْفَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَتَذَاکَرَاحَتّٰی سَمِعَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ۔

(کتاب القراۃ للامام البیہقیؒ ص۱۰۲)

ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی اثنائے نماز میں جب اس نے قرأت کی تو ایک دوسرے آدمی نے اشارے سے اُسے منع کیا مگر وہ نہ رکا اور نماز کے بعد اس شخص سے کہنے لگا جس نے اسے قراۃ سے منع کیا تھا کہ تو مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتا ہے دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے کہ حضورؐ نے سن لیا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو امام کی قرأت اس کو کفایت کرتی ہے

اس صحیح روایت میں ظہر یا عصر کی نماز کا ذکر ہے جو بالاتفاق سِرّی نمازیں ہیں اور آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا بھی صرف ایک ہی شخص تھا حالانکہ صحابہ کرامؓ جس طرح نماز اور جماعت کی پابندی کرتے تھے وہ اور کس سے ہو سکتی ہے؟ ان میں سے ہر ایک کی دلی خواہش ہی یہ ہوتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی جائے مگر باوجود اتنی بڑی جماعت کے کثیر التعداد صحابہ رضی میں سرّی نماز میں آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا صرف ایک ہی شخص ملتا ہے اور باقی سب خاموش رہتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ایک شخص کی قرأت کو بھی گوارا نہیں کرتے اور اس کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے ہیں اگر امام کے پیچھے قرأت کی اجازت ہوتی اور خصوصاً سرّی نمازوں میں تو ضرور بالضرور حضورؐ اس کی تائید کرتے اور قرأت سے روکنے والے کو تنبیہ کرتے۔ اور اگر امام کے پیچھے قرأت کی تھوڑی سی بھی گنجائش ہوتی تو منع کرنے والے صحابی احسان صلوٰۃ سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے قرأت کرنے والے صحابی کو قرأت سے روکنے کے لیے اشارہ کرنے کی جرأت کبھی نہ کرتے اور اگر سرّی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کا جواز یا استحباب بھی ہوتا تو منع کرنے والے کو آپ فرما دیتے کہ ایک جائز اور مستحب حکم کے لیے تو نے اپنی توجہ دوسری طرف کیوں مبذول کی؟ اور دوسرے صحابہؓ بھی منع کرنے والے کو یہ کہتے کہ بھائی تم نے اثنائے نماز میں بلاوجہ اس سے الجھنے کی کوشش کی ہے یہ بھی تو اچھا ہی کام کر رہا تھا۔ اگر

انصاف سے کام لیا جائے تو بغیر کسی خارجی قرینہ کے یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جہری نمازوں کا تو قصہ ہی چھوڑ دیئے ان میں بھلا امام کے پیچھے قرأت کی کب گنجائش نکل سکتی ہے؟ سرّی نمازوں میں قرأت نہ تو جائز ہے اور نہ ہی مستحب تو پھر ضروری کیسے ہوئی؟

گیارھویں حدیث :۔ حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :۔

اَمَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْعَصْرِ قَالَ فَقَرَأَ رَجُلٌ خَلْفَہٗ فَغَمَزَہُ الَّذِیْ یَلِیْہِ فَلَمَّا اَنْ صَلّٰی قَالَ لِمَ غَمَزْتَنِیْ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُدَّامَکَ فَکَرِھْتُ اَنْ تَقْرَأَ خَلْفَہٗ فَسَمِعَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَاِنَّ قِرَأَتَہٗ لَہٗ قِرَأَۃٌ۔

(موطا امام محمد ص ۹۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن عصر کی نماز میں امامت کرائی آپ کے پیچھے ایک شخص نے قرأت کی تو ساتھ والے نے اُسے ذرا دبایا تاکہ وہ قرأت سے باز آجائے جب نماز ختم ہوگئی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں ٹٹولا اور دبایا تھا؟ منع کرنے والے نے کہا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے آگے امام تھے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی آپ کے پیچھے قرأت کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا کہ جس کے لیے امام ہے پس امام کی قرأت ہی اس کو کافی ہے۔

بارھویں ۱۲ حدیث :- حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا أَقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کروں۔

(کتاب القرأۃ للامام البیہقی صـ۱۲۹)

چونکہ قرأۃ خلف الامام کا مسئلہ اپنے ایجابی اور سلبی لحاظ سے کسی صحابی سے مخصوص نہیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضؓ کو کسی خاص مقصد کے لیے خطاب کیا ہو گا ورنہ حکم سب کے لیے عام ہے۔

تیرھویں ۱۳ حدیث :- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَّصِلَ إِلَى الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ۔

وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں چلے گئے تھے چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ (تکبیر تحریمہ ادا کر کے) رکوع میں چلے گئے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے صف میں مل گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا کہ خدا تیری نیکی کی حرص زیادہ کرے اپھر ایسا نہ کرنا۔

(سنن الکبریٰ جلد ۲ صـ۹۰ صحیح بخاری جلد ۱ صـ۱۰۸ مشکوٰۃ جلد ۱ صـ۹۹ زیلعی جلد ۲ صـ۳۹)

ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے رکوع میں شامل ہو گئے تھے معہذا ان کی اس رکعت کو اور ان کی اس نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح اور مکمل سمجھا اور ان کو اعادۂ نماز کا حکم نہیں دیا اگر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں ضروری اور رکن ہے تو حضرت ابوبکرؓ کی یہ نماز کیسے صحیح ہو گئی ؟

اس سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوا کہ مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کی قرأت ضروری نہیں وہو المطلوب۔

چودھویں ۱۴ حدیث :۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :۔

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفِیْ کُلِّ صَلٰوۃٍ قِرَاءَۃٌ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَجَبَتْ ھٰذِہٖ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکُنْتُ اَقْرَبَ الْقَوْمِ اِلَیْہِ مَا اَرَی الْاِمَامَ اِذَا اَمَّ الْقَوْمَ اِلَّا کَفَاھُمْ (دارقطنی جلد ۱ ص ۱۲۶ نسائی جلد ۱ ص ۱۰۷)

حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کیا ہر نماز میں قرأت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ایک انصاری نے کہا پھر تو قرأت ضروری ہو گئی؟ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمام اہل مجلس میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا حضورؐ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قرأت مقتدیوں کو کافی ہے

یہ روایت طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ سنن الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ کتاب القراۃ صفحہ ۱۱۸ اور مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۱۰ وغیرہ میں بھی مروی ہے اس کو موقوف قرار دینا جیسا کہ امام دارقطنیؒ وغیرہ نے کہا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور محدثین کرامؒ کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ ثقہ کی زیادت اور رفع مقبول ہے۔

پندرھویں ۱۵ حدیث :۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاَةٌ (کتاب القراۃ لبیہقیؒ صفحہ ۱۲۵) کہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے یہ حدیث بھی اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل واضح اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

سولھویں ۱۶ حدیث :۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔

كُلُّ صَلٰوةٍ لَا يُقْرَاُ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اِلَّا وَرَآءَ الْاِمَامِ (کتاب القراۃ لبیہقیؒ صفحہ ۱۴۷)

کہ ہر نماز جس میں نمازی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی مگر امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا اس سے مستثنیٰ ہے۔

یہ روایت بھی اپنے مدلول کے لحاظ سے بالکل عیاں ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

سترھویں ۱۷ حدیث :۔ امام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ :۔

رَوَاهُ الْخَلَّالُ عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ صَلٰوۃٍ لَا یُقْرَأُ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَھِیَ خِدَاجٌ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ وَرَآءَ الْاِمَامِ۔

(مغنی جلد۱ ص۶۰۶ طبع بولاق)

امام خلالؒ نے اپنی روایت کے ساتھ حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو۔

اور علامہ شمس الدینؒ لکھتے ہیں کہ:۔

رَوٰی جَابِرٌؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ صَلٰوۃٍ لَا یُقْرَأُ فِیْھَا بِاُمِّ الْکِتَابِ فَھِیَ خِدَاجٌ اِلَّا وَرَآءَ الْاِمَامِ۔

(شرح مقنع جلد۲ ص۱۲ طبع بولاق)

حضرت جابرؓ سے یہ روایت مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہر وہ نماز جو سورہ فاتحہ کے بغیر پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

اٹھارھویں حدیث:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ۔ (رواہ احمد فی مسندہ۔)

یعنی جس آدمی نے امام کی اقتدا کرلی ہو تو امام کی قرأت ہی مقتدی کو بس ہے۔

امام شمس الدین ابن قدامہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

وَھٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ مُتَّصِلٌ

یہ سند صحیح اور متصل ہے اور اسکے تمام

رِجَالُہٗ کُلُّھُمْ ثِقَاتٌ — راوی ثقہ ہیں۔

(شرح منتقیٰ للکبیر جلد ۲ صـ۱ بر حاشیہ مغنی ۱ھ)

انیسویں حدیث :۔ حضرت عبداللہ بن بُحَینہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

هَلْ قَرَأَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ آنِفًا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَهٗ حِيْنَ قَالَ ذٰلِكَ (مسند احمد جلد ۵ صـ۳۴۵)

کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہاں حضرت قرأت کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسی لیے تو میں (دل میں) کہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں کیوں منازعت اور کشمکش ہو رہی ہے؟ جب آپکا یہ ارشاد سُنا تو لوگوں نے آپکے پیچھے قرأت ترک کردی۔

امام ابوبکر ہیثمیؒ (المتوفی ۸۰۷ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :۔

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرِجَالُ اَحْمَدَ رِجَالُ الصَّحِيْحِ (مجمع الزوائد جلد ۲ صـ۱۰۹)

اس حدیث کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے اور امام احمد کی حدیث کے راوی سب بخاری شریف کے راوی ہیں۔

یہ صحیح روایت بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اقتداء کرنے والوں کو قرأت سے منع کر دیا تھا اور انہوں نے تعمیلِ حکم

کرتے ہوئے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی کیونکہ امام کے ساتھ قرأت کرنے میں گو آہستہ ہی کیوں نہ ہو منازعت ہوتی ہے اور یہ روحِ نماز کے خلاف ہے

بیسویں حدیث:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں امامت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سپرد کی اور خود نمازیں گھر میں پڑھتے رہے ایک مرتبہ آپ کو بیماری میں قدرے افاقہ ہوا تو دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چل کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور آپ کے پاؤں مبارک زمین پر گھسٹتے جاتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پہلے شروع کر چکے تھے اور ایک حد تک قرأت ہو چکی تھی آپ صفوں میں سے گذرتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جا بیٹھے چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی جگہ بیٹھ گئے اور امامت کا فریضہ بجا لاتے رہے چونکہ بیماری کی وجہ سے آپ بلند آواز سے بول نہیں سکتے تھے اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکبر کا فریضہ انجام دیا۔

وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقِرَاءَۃِ مِنْ حَیْثُ کَانَ بَلَغَ اَبُوْبَکْرٍ۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے قرأت شروع کی جہاں تک ابوبکر رضی اللہ عنہ قرأت کر چکے تھے۔

(ابن ماجہ ص۸۹)

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ:-

فَقَرَأَ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِیْ بَلَغَ اَبُوْبَکْرٍ مِنَ السُّوْرَةِ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

ابو بکرؓ سورۃ کے جس مقام تک پہنچ چکے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے شروع کی۔

اور ایک روایت میں اس طرح ارشاد ہوا ہے کہ:۔

فَاسْتَفْتَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حَیْثُ انْتَھٰی اَبُوْبَکْرٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ (سنن الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۸۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے قرأت قرآن کا آغاز کیا جہاں تک ابو بکرؓ پڑھ چکے تھے۔

یہ روایت طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۳۵ مشکل الآثار جلد ۲ صفحہ ۲۷ طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۳۰ نصب الرایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵ اور درایہ صفحہ ۱۰۰ وغیرہ میں مذکور ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں مسند احمد اور ابن ماجہ کی سند قوی ہے۔ فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۱۳۵ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں واسنادہ حسن (جلد ۲ صفحہ ۱۳۸)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ سورۃ فاتحہ کلاً (یا بعضاً) نہیں پڑھی پھر بھی آپ کی نماز ہو گئی غور فرمائیں کہ آپ بیمار تھے خود نہیں چل سکتے بلکہ دو آدمیوں کے سہارے چلتے رہے پاؤں مبارک زمین پر گھسٹتے رہے نماز پہلے شروع ہو چکی تھی آہستہ آہستہ چل کر مسجد میں صفوں میں سے گذر کر مصلی پر پہنچے سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں بھلا اس وقت ختم نہ ہو سکی ہونگی؟ حضرت امام شافعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ آخری بیماری میں

آپ نے صرف یہی ایک نماز باجماعت ادا کی تھی (کتاب الام جلد ۷ صفحہ ۱۸۵ و فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۲۵) اگر سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص، بے کار، باطل اور کالعدم ہوتی ہے جیسا کہ کہنے والے کہتے ہیں تو آپ کی یہ آخری نماز تو نہ ہوئی معاذ اللہ۔

قارئین کرام! روایات اگرچہ اس مسئلہ پر اور بھی ہیں اور پیش کی جا سکتی ہیں لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں منصف اور سمجھدار کے لیے یہ کافی ہیں ضدی اور نادان کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے کار ہیں۔

باب سوم

اہل اسلام سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے بعد دینی مسائل میں جن حضرات کی طرف نگاہیں اٹھ سکتی ہیں وہ شمع نبوت کے پروانے اور فیض رسالت سے مستفید صحابہ کرامؓ کی مخلص جماعت ہی ہو سکتی ہے اور ان کے بعد تابعینؒ اور اتباع تابعین کا دور ہے۔ کیونکہ یہی وہ حضرات ہیں جو خیر القرون کے درخشندہ ستارے تھے جن کی سعی بلیغ کی بدولت دنیائے کفر و شرک میں روشنی پھیلی بدعات و رسوم کا خاتمہ ہوا جہالت و تاریکی دنیا سے نیست و نابود ہوئی علم و عرفان کی روحانی بارش سے دلوں کی دنیا میں ایمان و بصیرت کی شادابی پیدا ہوئی مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں بعض صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اتباع تابعینؒ اور بعض دیگر آئمہ عظامؒ کے آثار و اقوال پیش کئے جاتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

اثر خلفاء راشدینؓ:۔ امام عبد الرزاقؒ حضرت موسیٰ بن عقبہؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

(۱) اِنَّ اَبَابَکْرٍؓ وَعُمَرَؓ وَعُثْمَانَؓ يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ

(بحوالہ عمدۃ القاری جلد ۳ صـ۱۱ و اعلاء السنن جلد ۴ صـ۸۵)

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔

(۲) امام محمدؒ نے مؤطا میں محمد بن عجلانؒ سے بواسطہ داؤد بن قیس نقل کیا ہے کہ:۔

اِنَّ عُمَرَؓ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَيْتَ فِیْ فَمِ الَّذِیْ يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ حَجَرًا۔ (مؤطا امام محمد صـ۹۸)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈالے جائیں۔

(۳) امام عبدالرزاقؒ اپنے مصنف میں روایت کرتے ہیں کہ:۔

قَالَ عَلِیٌّؓ مَنْ قَرَأَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَيْسَ عَلَی الْفِطْرَۃِ۔

(بحوالہ الجوہر النقی جلد ۲ صـ۱۶۹)

حضرت علیؓ نے فرمایا جس شخص نے امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرت پر نہیں۔

(۴) حافظ ابوعمر بن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ:۔

ثَبَتَ عَنْ عَلِیٍّؓ وَسَعْدٍؓ وَزَيْدِؓ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ قَالَ لَا قِرَاۃَ مَعَ الْاِمَامِ لَا فِيْمَا اَسَرَّ وَلَا فِيْمَا جَهَرَ (بحوالہ الجوہر النقی ۲ صـ۱۶۹)

حضرت علیؓ اور حضرت سعدؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابتؓ سے ثابت ہے کہ امام کے ساتھ نہ سری نمازوں میں قرأت کی جا سکتی ہے اور نہ جہری نمازوں میں

اثر ۳ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ. (۱) امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعودؓ سے دریافت کیا:۔

اَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ شُغْلًا وَسَیَکْفِیْکَ قِرَاءَۃُ الْاِمَامِ. (الجواہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

کیا میں امام کے پیچھے قرأۃ کر سکتا ہوں تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ امام قرأت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قرأۃ کافی ہے

(۲) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔

لَیْتَ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِئَ فُوْہُ تُرَابًا.

کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۰۷ جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۹)

(۳) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا کہ:۔

عَنِ الْقِرَاءَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَالَ اَنْصِتْ لِلْقُرْاٰنِ فَاِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ شُغْلًا وَسَیَکْفِیْکَ ذَاکَ الْاِمَامُ (سنن الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)

کیا امام کے پیچھے قرأت کی جا سکتی ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ قرآن کے لیے خاموش رہو۔ امام قرأت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قرأت کافی ہے۔

اثر حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۱) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا۔

اَقْرَأُ وَالْاِمَامُ بَیْنَ یَدَیَّ قَالَ لَا

کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ الجوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۷۰ و آثار السنن جلد ۱ صفحہ ۸۹) حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔

(۲) حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا:۔

قِیْلَ لَهٗ، اِنَّ اُنَاسًا یَقْرَاُوْنَ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ لَوْ کَانَ لِیْ عَلَیْهِمْ سَبِیْلٌ لَقَلَعْتُ اَلْسِنَتَهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فَکَانَتْ قِرَأَتُهٗ لَنَا قِرَأَةً وَسُکُوْتُهٗ لَنَا سُکُوْتًا۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۱)

کہ کچھ لوگ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اگر ان پر میرا بس چلتا تو میں انکی زبانیں کھینچ دیتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں قرأت کی ہمیں بھی قرأت کرنی چاہیئے اور جہاں آپ نے سکوت فرمایا ہمیں بھی سکوت کرنا چاہیئے۔

اس اثر میں اگرچہ خلف الامام کی قید موجود نہیں ہے لیکن ادنٰی تامل یہ بات بخوبی معلوم ہوسکتی ہے کہ امام اور منفرد کو تو بالاتفاق قرأۃ کرنا ضروری ہے پھر نہ معلوم حضرت ابن عباسؓ جیسے ترجمان القرآن اور حبر الامۃ ان لوگوں کی زبانیں کھینچنے کے لیے کیوں آمادہ ہوگئے تھے؟ ناچار یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ نے ان کی اس مذموم حرکت پر انتہائی نفرت کی اور یہ بھی مت بھولئے کہ پڑھنے والے ظہر اور عصر کی نماز میں پڑھتے تھے جو بالاتفاق سرّی نمازیں ہیں۔

اثر حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت امام نسائیؒ، امام مسلمؒ اور امام ابو عوانہؒ حضرت

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:-

قَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ (نسائی جلد ۱ ص ۱۱۱ مسلم جلد ۱ ص ۲۱۵، ابو عوانہ جلد ۲ ص ۲۰۷)

انھوں نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جا سکتی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ اثر اس امر کی واضح دلیل ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی نماز میں قرأت کا حق نہیں ہے۔

اثرِ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ (۱) امام طحاوی عبید اللہ بن مقسم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے۔

إِنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ وَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَجَابِرَ رضی اللہ عنہ فَقَالُوا لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلٰوةِ۔ (طحاوی جلد ۱ ص ۱۲۹، زیلعی جلد ۲ ص ۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے قراۃ خلف الامام کے بارہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام کے پیچھے تمام نمازوں میں کوئی قراۃ نہیں کی جا سکتی۔

(۲) إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ كَانَ إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ

جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب کوئی آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کو کافی ہے اور جب

الامام و اذا صلی وحدہٗ فلیقرأ وکان ابن عمرؓ لا یقرأ خلف الامام۔ (موطا امام مالک ص۲۹ و دار قطنی ص۱۵۴)

اکیلا پڑھے تو قرأت کرے اور ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراۃ نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ کے مذکورہ آثار اس بات پہ کافی وشافی دلیل ہیں کہ موصوف قراۃ خلف الامام کے قائل نہ تھے۔

اثرِ حضرت ابوہریرۃؓ وام المؤمنین حضرت عائشہؓ: امام بیہقی روایت فرماتے ہیں کہ۔

انہما کان یامران بالقراءۃ اذا لم یجہر۔ (سنن الکبریٰ جلد۲ ص۱۷۱)

حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ سری نمازوں میں قرأت کا حکم دیتے تھے۔

(۲) انہما کان یامران بالقراءۃ فی الظہر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وشیئ من القرآن وکانت عائشۃ تقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب (سنن الکبریٰ جلد۲ ص۱۷۱)

حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز میں فاتحہ و شیئ من القرآن کا حکم دیتے تھے اور حضرت عائشہؓ ظہر اور عصر کی پچھلی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتی تھیں۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراۃ کے قائل نہ تھے صرف ظہر اور عصر کی سرّی

نمازوں میں وہ قرأۃ کے قائل اور اس پر عامل تھے اور وہ دونوں پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ وشیءٌ من القرآن کے بھی قائل تھے لیکن فریق ثانی اس کا قائل نہیں ہے نیز اس دوسری روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ظہر اور عصر کی پچھلی دو رکعتوں میں حضرت ابوہریرہؓ قرأۃ فاتحہ کے قائل نہ تھے ہاں حضرت عائشہؓ کا اس پر عمل تھا۔

اثر حضرت سعدؓ:۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فِیْهِ جَمْرَۃٌ۔ (جزء القراۃ ص۱۱ و موطا امام محمد ص۹۸)

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ امام کے پیچھے قرأۃ کرنے والے کے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال دی جائے۔

اثر حضرت انسؓ:۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:۔

مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِئَ فُوْهُ نَارًا (نصب الرایہ للزیلعیؒ جلد ۲ ص۱۹)

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأۃ کی اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے۔

اثر حضرت علقمہ بن قیسؒ۔ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعیؒ نے کہا ہے

مَا قَرَأَ عَلْقَمَةُ بْنُ قَیْسٍ قَطُّ فِیْمَا یُجْهَرُ فِیْهِ وَلَا فِیْمَا لَا یُجْهَرُ فِیْهِ۔

علقمہ بن قیسؒ نے امام کے پیچھے کبھی قرأۃ نہیں کی نہ جہری نمازوں میں اور نہ سری نمازوں میں۔

(بحوالہ تعلیق الحسن جلد ۱ ص۹۰)

(۲) عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ اَنَّ عَلْقَمَۃَ قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِئَ فُوْہُ اَحْسِبُہٗ قَالَ تُرَابًا اَوْ رَضْفًا۔
(الجوہر النقی جلد ۲ ص ۱۶۹)

ابو اسحٰق فرماتے ہیں کہ علقمہؒ نے فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراۃ کرتا ہے اس کے منہ کو بھر دیا جائے ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے کہا ہے کہ مٹی سے یا گرم پتھر سے۔

اثر عمرو بن میمونؒ۔ حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ سے سوال کیا گیا جن میں سے حضرت عمرو بن میمونؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ امام کے پیچھے قراۃ کرنی چاہیئے یا نہیں؟ تو۔

کُلُّھُمْ یَقُوْلُوْنَ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ (تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹۲)

حضرت ابن مسعودؓ کے ان سب تلامذہ نے کہا کہ امام کے پیچھے قراۃ نہیں کرنی چاہیئے

اثر اسود بن یزیدؒ:۔ مشہور تابعی حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ

لَاَنْ اَعَضَّ جَمْرَۃً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَقْرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ اَعْلَمُ اَنَّہٗ یَقْرَأُ (تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹۱ واسنادہٗ صحیح)

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال لوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قراۃ کروں جب کہ مجھے اس کی قراۃ کا علم ہے۔

اثر سوید بن غفلہؒ۔ ولید بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہؒ سے سوال کیا کہ:۔

اَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ لَا۔ (التعليق الحسن جلد ۱ ص۹۱ واسناد صحيح)

کیا میں ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں؟ انھوں نے فرمایا نہیں۔

اثر ۱۳ نافع بن جبیرؒ :- امام مالکؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبیرؒ

كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِيمَا لَا يَجْهَرُ فِيهِ الْاِمَامُ۔ (موطا امام مالک ص۲۹)

امام کے پیچھے صرف سری نمازوں میں قرأت کیا کرتے تھے۔

اثر ۱۴ سعید بن مسیبؒ :- حضرت ابن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ :-

اَنْصِتْ لِلْاِمَامِ (تعليق الحسن ص۹۱ واسناده صحيح)

امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو اور قرأت نہ کیا کرو۔

اثر ۱۵ سعید بن جبیرؒ :- بشرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے سوال کیا کہ :-

عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ لَيْسَ الْقِرَاءَةُ خَلْفَ الْاِمَامِ (تعليق الحسن جلد ۱ ص۹۰ رواته كلهم ثقات)

کیا امام کے پیچھے قراۃ کی جا سکتی ہے؟ فرمایا امام کے پیچھے کسی قسم کی کوئی قرأت نہیں کی جا سکتی۔

اثر ۱۶ عروہ بن زبیرؒ :- امام مالکؒ روایت نقل فرماتے ہیں کہ :-

اَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ

وہ امام کے پیچھے صرف سری نمازوں

إِذَا لَمْ يَجْهَرْ فِيْهِ الْإِمَامُ۔ میں قراۃ کیا کرتے تھے۔

(موطا امام مالک ص۴۹ کتاب القراۃ ص۲)

اثر۱۷ ابراہیم نخعیؒ:۔ حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ

أَوَّلُ مَا أَحْدَثُوا الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ وَكَانُوا لَا يَقْرَءُوْنَ۔ لوگوں نے قراۃ خلف الامام کی بدعت ایجاد کی ہے اور وہ (یعنی صحابہ کرامؓ) امام کے پیچھے قراۃ نہیں کرتے تھے۔

(الجوہر النقی جلد۲ ص۱۶۹)

اثر۱۸ قاسم بن محمدؒ:۔ امام مالکؒ روایت نقل فرماتے ہیں کہ:۔

كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا لَا يَجْهَرُ فِيْهِ الْإِمَامُ۔ وہ امام کے پیچھے صرف سری نمازوں میں قرأت کیا کرتے تھے۔

۱۹ حضرت امام سفیان بن عیینہؒ:۔ امام ابوداؤدؒ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی مرفوع حدیث کا مطلب یہ لکھتے ہیں کہ:۔

لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهٗ۔ (ابوداؤد جلد۱ ص۱۱۹) جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اسکی نماز نہیں ہوتی امام سفیانؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے لیے ہے۔

یعنی امام سفیانؒ بھی قرأت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور فرماتے ہیں کہ قراۃ فاتحہ کا حکم مقتدی کے لیے نہیں ہے بلکہ منفرد کے لیے ہے۔

۲۰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ:۔ حضرت شیخ صاحبؒ غنیۃ الطالبین میں

ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

إِنْ كَانَ مَأْمُومًا يُنْصِتُ إِلَى قِرَاءَةِ الْإِمَامِ وَيَفْهَمُهَا۔

اگر مقتدی ہے تو امام کی قراۃ کے لیے خاموش رہے اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

(غنیۃ الطالبین طبع مصر ص۶۴)

(۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ :-

وَالْأَمْرُ بِاسْتِمَاعِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْإِنْصَاتِ لَهُ مَذْكُورٌ فِي الْقُرْآنِ وَفِي السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ وَهُوَ إِجْمَاعُ الْأُمَّةِ فِيمَا زَادَ عَلَى الْفَاتِحَةِ وَهُوَ قَوْلُ جَمَاهِيرِ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهَا وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ وَاخْتَارَهُ طَائِفَةٌ مِنْ حُذَّاقِ أَصْحَابِهِ كَالرَّازِيِّ وَأَبِي مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ فَإِنَّ الْقِرَاءَةَ مَعَ جَهْرِ الْإِمَامِ مُنْكَرَةٌ مُخَالِفَةٌ لِلْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَمَا كَانَ عَلَيْهِ عَامَّةُ الصَّحَابَةِ

(تنوع العبادات ص۱۷)

امام کی قرأت سننے اور اس کے لیے چپ رہنے کا حکم قرآن کریم اور صحیح حدیث میں مذکور ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کے بعد اور کوئی قرأت نہیں ہے اور یہی جمہور سلفؒ اور اکثر صحابہؓ کا مسلک ہے کہ مقتدی پر نہ سورۃ فاتحہ کی قراۃ ضروری ہے اور نہ کسی اور سورت کی امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے اور ان کے پیروکاروں میں جو بڑے ماہر تھے مثلاً امام رازیؒ اور امام ابن عبد السلامؒ ان کا بھی یہی قول ہے اور اسی کو انہوں نے پسند کیا ہے کیونکہ جہر امام کے وقت کا پڑھنا قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

اور فی نفسہ مُرا بھی ہے اور اکثر صحابہ کرامؓ کے تعامل کے بھی سراسر خلاف ہے۔

۲۲ حافظ ابن القیمؒ :- حافظ ابن قیمؒ قراۃ خلف الامام کی تحقیق میں ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ وَسُتْرَتُهُ قِرَاءَةٌ لِمَنْ خَلْفَهُ وَسُتْرَةٌ لَهُ۔

(کتاب الروح لابن القیمؒ ص۱۶۶)

پس امام کی قراۃ مقتدی کی قراۃ ہے اور امام کا سُترہ مقتدی کا سترہ ہے۔ یعنی نہ تو مقتدی کو الگ قرأت کی ضرورت ہے اور نہ جدا سُترہ کی حاجت ہے۔

۲۳ امام ابن قدامہؒ :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

وَجُمْلَتُهُ ذَالِكَ اَنَّ الْقِرَأَةَ غَيْرُ وَاجِبَةٍ عَلَى الْمَأْمُوْمِ فِيْمَا جَهَرَ بِهِ الْإِمَامُ وَلَا فِيْمَا اَسَرَّ بِهِ نَصَّ عَلَيْهِ اَحْمَدُ فِيْ رِوَايَةِ الْجَمَاعَةِ وَبِهٰذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَالثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَاَبُوْحَنِيْفَةَ وَاِسْحَاقُ۔

(مغنی لابن قدامہ جلد ۱ ص۶۰۶)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قراۃ امام کے پیچھے نہ تو جہری نمازوں میں واجب ہے اور نہ سرّی نمازوں میں ایک بڑی جماعت نے امام احمدؒ سے اس کی نص نقل کی ہے اور یہی امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، ابو حنیفہؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا مسلک ہے

۲۴ حضرت امام احمد بن حنبلؒ :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ اَحْمَدُ مَا سَمِعْنَا اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ يَقُوْلُ اِنَّ الْاِمَامَ اِذَا جَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ لَا تُجْزِئُ صَلٰوةُ مَنْ صَلّٰى خَلْفَهٗ اِذَا لَمْ يَقْرَأْ وَقَالَ هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ وَالتَّابِعُوْنَ وَهٰذَا مَالِكٌ فِيْ اَهْلِ الْحِجَازِ وَهٰذَا الثَّوْرِيُّ فِيْ اَهْلِ الْعِرَاقِ وَهٰذَا الْاَوْزَاعِيُّ فِيْ اَهْلِ الشَّامِ وَهٰذَا اللَّيْثُ فِيْ اَهْلِ مِصْرَ مَا قَالُوْا لِرَّجُلٍ صَلّٰى وَقَرَاَ اِمَامُهٗ وَلَمْ يَقْرَأْ هُوَ صَلٰوتُهٗ بَاطِلَةٌ۔ (مغنی ابن قدامۃ جلد ۱ ص ۶۰۶ و شرح مقنع جلد ۲ ص ۱۳)

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے قراۃ کرتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرأت نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے اور فرمایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور یہ آپکے صحابہؓ اور تابعینؒ ہیں اور یہ ہیں امام مالک اہل حجاز ہیں اور یہ ہیں امام ثوری اہل عراق میں اور یہ ہیں امام اوزاعیؒ اہل شام میں اور یہ ہیں امام لیثؒ اہل مصر میں ان میں سے کسی ایک نے یہ نہیں کہا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قرأت کرے اور مقتدی خود قراۃ نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے

۲۵

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ:۔ امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ:۔

اِنْ كَانَ مَأْمُوْمًا وَجَبَ عَلَيْهِ الْاِنْصَاتُ وَالْاِسْتِمَاعُ فَاِنْ جَهَرَ الْاِمَامُ لَمْ يَقْرَأْ اِلَّا عِنْدَ الْاِسْكَاتَةِ

اور اگر مقتدی ہو تو اس پر خاموش رہنا اور سننے کے لیے توجہ کرنا واجب ہے پس اگر امام جہر سے پڑھے تو مقتدی قراۃ نہ کرے اور

فَإِنْ خَافَتَ فَلَهُ الْخِيَرَةُ فَإِنْ قَرَأَ
فَلْيَقْرَأِ الْفَاتِحَةَ قِرَاءَةً لَا يُشَوِّشُ عَلَى
الْإِمَامِ وَهٰذَا أَوْلَى الْأَقْوَالِ عِنْدِي
وَبِهِ يُجْمَعُ بَيْنَ أَحَادِيثِ الْبَابِ
وَالسِّرُّ فِيهِ مَا نَصَّ عَلَيْهِ أَنَّ الْقِرَاءَةَ
مَعَ الْإِمَامِ تُشَوِّشُ عَلَيْهِ وَتُفَوِّتُ
التَّدَبُّرَ وَتُخَالِفُ تَعْظِيمَ الْقُرْآنِ
وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرَأُوا سِرًّا
لِأَنَّ الْعَامَّةَ مَتَى أَرَادُوا أَنْ يُصَحِّحُوا
الْحُرُوفَ بِأَجْمَعِهِمْ كَانَتْ لَهُمْ
لَجَّةٌ مُشَوِّشَةٌ فَيُجْعَلُ فِي النَّهْيِ
عَنِ التَّشْوِيشِ وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ
مَا يُؤَدِّي إِلَى الْمَنْهِيِّ وَأَبْقَى خِيَرَةً
لِمَنِ اسْتَطَاعَ وَذٰلِكَ غَايَةُ
الرَّحْمَةِ بِالْأُمَّةِ انتهى۔

(حجة الله البالغه للامام ولى الله
الدهلوى جلد ۲ ص۹ طبع مصر)

اگر امام آہستہ پڑھے تو مقتدی کو اختیار
ہے پس اگر مقتدی پڑھے تو فاتحہ پڑھے
اس طرح کہ امام کو خلل میں نہ ڈال دے
اور یہ میرے نزدیک سب سے بہتر قول ہے
اور یونہی اس باب کی حدیثیں باہم جمع کی
جاسکتی ہیں اور راز اس میں یہ ہے
کہ شارع نے صراحت کے ساتھ بتایا
ہے کہ امام کے ساتھ قرأت کرنا اس
کو خلل میں ڈال دیتا ہے اور تدبر کو فوت
کر دیتا ہے اور تعظیم قرآن کے مخالف ہے
اور تاکیداً ان کو یہ نہیں فرمایا کہ وہ ضرور آہستہ
پڑھیں کیونکہ عام لوگ جب مل کر تصحیح حروف
کا ارادہ کریں گے تو ان کی آواز بلند ہوگی جو
باعث تشویش ہوگی سو اس تشویش کی نہی میں
تو تاکید آئی ہے مگر آہستہ پڑھنے کی تاکید نہیں کہ یہ
اس ممنوع حد تک ان کو پہنچا دے اور اختیار دیا گیا
ہے کہ جو پڑھ سکتا ہے سو پڑھے اور یہ امت کے ساتھ انتہائی رحمت ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ:۔ امام طحاویؒ قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

فَلَمَّا كَانَتِ الْقِرَاءَةُ مُخَالِفَةً لِذٰلِكَ وَسَاقِطَةً فِي حَالِ الضَّرُورَةِ كَانَتْ فِي النَّظَرِ اَيْضًا سَاقِطَةً فِي غَيْرِ حَالِ الضَّرُورَةِ فَهٰذَا هُوَ النَّظَرُ فِي هٰذَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيْفَةَ وَاَبِي يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى

طحاوی
جلد ۱
ص ۱۰۷

یعنی اگر کوئی مقتدی بحالت رکوع نماز میں شریک ہو تو اس سے قرأت ساقط ہو جاتی ہے مگر جو چیز اس پر فرض ہے مثلاً تکبیر تحریمہ تو وہ اس سے اس ضرورت کے پیش نظر بھی ساقط نہیں ہوتی جب قرأۃ کا حکم اس کے خلاف ہے تو معلوم ہوا کہ جیسے وہ حالت ضرورت میں ساقط ہے اسی طرح غیر ضرورت کی حالت میں بھی ساقط ہے کیونکہ وہ فرض نہیں ہے قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ قرأت مقتدی پر فرض نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ امام محمدؒ موطا میں لکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنی چاہیے خواہ امام جہر سے قرأت کرتا ہو یا آہستہ اسی پر عام آثار دلالت کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک اور مذہب بھی یہی ہے، تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۰) اور یہ مسلک اسی طرح موطا امام محمد ص ۹۴ جامع المسانید جلد ۱ ص ۳۳۶ فتح القدیر جلد ۱ ص ۲۴۱ اور روح المعانی جلد ۹ ص ۱۲۵ اور کتاب الآثار ص ۱۰۴ میں بھی مذکور ہے۔ حافظ ابن

ہمامؒ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے امام محمدؒ سے امام کے پیچھے مقتدی کے لیے قراۃ سورۃ فاتحہ کو مستحسن نقل کیا ہے ان کی غلطی ہے ان کا قول بھی امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کی طرح ممانعت کا ہے (بحوالہ فتح الملہم جلد ۲ ص۲۰)

حضرت امام شافعیؒ :۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

(۱) وَالْعَمْدُ فِیْ تَرْکِ الْقِرَاءَۃِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَالْخَطَاءُ سَوَاءٌ فِیْ اَنْ لَّا تُجْزِیُٔ رَکْعَۃٌ اِلَّا بِھَا اَوْ بِشَیْءٍ مَّعَھَا اِلَّا مَا یُذْکَرُ مِنَ الْمَاْمُوْمِ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی (کتاب الام للامام الشافعیؒ جلد ۱ ص۸۹)

سورۃ فاتحہ کا دیدہ دانستہ ترک کرنا اور بھول کر ترک کرنا دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ کوئی رکعت سورۃ فاتحہ یا اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھے کے سوا جائز نہیں ہو سکتی ہاں مگر مقتدی کا حکم آگے بیان کیا جائے گا انشاء اللہ۔

اور پھر آگے امام فرماتے ہیں کہ :۔

(۲) فَوَاجِبٌ عَلٰی مَنْ صَلّٰی مُنْفَرِدًا اَوْ اِمَامًا اَنْ یَّقْرَاَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ لَا یُجْزِئُہٗ غَیْرُھَا وَاُحِبُّ اَنْ یَّقْرَاَ مَعَھَا شَیْئًا اٰیَۃً اَوْ اَکْثَرَ وَسَاَذْکُرُ الْمَاْمُوْمَ اِنْشَاءَ اللّٰہُ (کتاب الام جلد ۱ ص۹۳)

پس منفرد اور امام پر واجب ہے کہ وہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھیں اس کے علاوہ کوئی اور سورۃ کفایت نہیں کر سکتی اور میرے نزدیک پر زیادہ پسندیدہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھیں ایک آیت ہو یا اس سے زیادہ اور مقتدی کا حکم میں آگے بیان کروں گا انشاء اللہ۔

(۳) وَنَحْنُ نَقُوْلُ كُلُّ صَلٰوۃٍ صُلِّيَتْ خَلْفَ الْاِمَامِ وَالْاِمَامُ يَقْرَأُ فِيْهَا قِرَاءَةً لَا يُسْمَعُ فِيْهَا قَرَأُ فِيْهَا۔ (کتاب الام جلد ۷ ص ۱۵۳)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قراۃ کرتا ہو جو سنی نہ جائے تو مقتدی ایسی نماز میں قراۃ کرے۔

امام شافعیؒ کی ان تینوں عبارتوں سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی قرأۃ میں منفرد اور امام کا حکم جدا اور مقتدی کا حکم الگ ہے امام اور منفرد پر بہرحال قرأۃ فاتحہ واجب ہے خواہ نماز جہری ہو یا سرّی لیکن مقتدی پر جہری نماز میں قرأۃ نہ واجب ہے اور نہ ہی درست ہے مقتدی صرف قِرَاءَةً لَا يُسْمَعُ فِيْهَا کی صورت میں قرأت کر سکتا ہے یعنی سرّی نماز میں کتاب الام چونکہ حضرت امام شافعیؒ کی جدید اور آخری کتابوں میں شامل ہے اس لیے امام موصوف کا آخری قول یہی سمجھنا چاہیئے۔

حضرت امام مالکؒ:۔ امام یحییٰؒ حضرت امام مالکؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ امام موصوفؒ نے فرمایا کہ:۔

يَقُوْلُ الْاَمْرُ عِنْدَنَا اَنْ يَّقْرَأَ الرَّجُلُ وَرَاءَ الْاِمَامِ فِيْمَا لَا يَجْهَرُ فِيْهِ الْاِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ وَيَتْرُكَ الْقِرَاءَةَ فِيْمَا يَجْهَرُ فِيْهِ الْاِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ۔

امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک مسئلہ یوں ہے کہ مقتدی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأۃ نہ کرے اور سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے قرأۃ کرے۔

(موطا امام مالکؒ ص ۲۹ طبع مجتبائی)

امام موصوفؒ کا یہ مسلک تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۵۰۱ و معالم التنزیل جلد ۲ ص ۲۲۴ و روح المعانی جلد ۹ ص ۱۲۵ وغیرہ میں بھی مذکور ہے حضرت امام مالکؒ سری نمازوں میں قرأۃ خلف الامام کے قائل تھے لیکن صرف استحبابی طور پر وجوب کے قائل نہ تھے چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ و امام احمدؒ تمام نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے قرأت سورۂ فاتحہ کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ا ص ۲۵۷)

قارئین کرام! نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے ترک القرأۃ خلف الامام پر ہم نے قرآن کریم۔ کتب تفاسیر۔ صحیح احادیث اور آثار صحابہ کرامؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ اور دیگر بعض بزرگ ہستیوں کے حوالے نقل کر دیے ہیں جن کے بارے میں اس مسئلہ میں اختلاف نقل کیا جاتا ہے اور یہ باور کرانے کی بے جا سعی کی جاتی ہے کہ وہ قرأت خلف الامام کے قائل اور اس پر شدت سے عامل تھے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ان میں بیشتر حضرات مطلقاً قرأت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور جو قائل ہیں وہ صرف سری نمازوں میں قائل ہیں اور وہ بھی محض استحباب کے طور پر جس کے ترک سے نہ تو نماز باطل و فاسد ہوتی ہے اور نہ بیکار اور کالعدم قرار پاتی ہے جیسا کہ فریق ثانی کا بالکل بے بنیاد دعوے ہے اللہ تعالے افراط و تفریط اور تعصب و غلو سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

باب چہارم

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں ہم فریق ثانی کے دلائل کی کچھ کائنات اور تانا بانا بھی عرض کر دیں تاکہ اس مسئلہ پر تصویر کے دونوں رخ سامنے آجائیں اور حقیقت تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے اگرچہ فریق ثانی نے بزعم خویش قرآن کریم کی بعض آیتوں سے بھی استدلال کیا ہے اور یہ باور کرانے کی سعی کی ہے کہ ان آیات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیئے مگر اس طرز استدلال کو بجائے حجت اور دلیل کہنے کے سینہ زوری اور کشید کہنا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ ان آیات میں نہ تو لفظ قرأت ہے، اور نہ امام و مقتدی کا کوئی لفظ ہے چہ جائیکہ ان میں ام الکتاب اور فاتحہ کا لفظ موجود ہو اور صحابہ کرامؓ سے لیکر زمانۂ حال کے کسی معتبر مفسر نے ان میں کسی آیت کے بارے میں یہ نقل نہیں کیا کہ اس کا شان نزول مسئلہ قرأت خلف الامام ہے

اور اگر کسی نے کہا بھی ہے تو محض اپنے مسلکی اور ذہنی رجحان کی ترجمانی بلکہ تنگ بندی کی ہے جس کی دلائل سے تائید نہیں ہو سکتی اس لیے ہم ان کو یہاں نقل کرکے اور ان کے جوابات عرض کرکے قارئین کرام کے اذہان کو مشوش نہیں کرنا چاہتے وہ ابحاث آپ اصل کتاب احسن الکلام میں ملاحظہ فرمالیں۔

اس مقام پر ہم صرف بطور نمونہ چند احادیث عرض کریں گے جو فریق ثانی کے نزدیک حجت قاطعہ کا درجہ رکھتی ہیں جب اُن سے اُن کا استدلال درست نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ ملاحظہ کریں گے تو دوسرے دلائل کا ان کے لیے سودمند نہ ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا آخر عقلمندوں نے بلاوجہ تو یہ نہیں کہا کہ ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

پہلی روایت :۔ حضرت عبادہ بن الصامتؓ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :۔

لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۴) جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔

چونکہ اس روایت میں مقتدی اور خلف الامام کی کوئی قید مذکور نہیں اس لیے فریق ثانی کو اس حدیث سے استدلال کرنے میں علوم آلی خارجی قرائن اور محدثین کرامؒ کے مفروض اجماع ایسے خوش کن الفاظ سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ لکھتے ہیں کہ لفظ من عام ہے

جس میں امام منفرد اور مقتدی سب داخل ہیں (ابکار المنن ص۱۳۰ تحقیق الکلام جلد ۱ ص۱۱) اور مولانا محمد ابراہیم صاحب میر لکھتے ہیں کہ غرض تمام محدثین بالاتفاق اس حدیث کو ہر نماز اور ہر نمازی پر شامل کہتے ہیں (تفسیر واضح البیان ص۱۲)

پہلا جواب :- بلاشبہ سند کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ہے لیکن اس روایت سے فریق ثانی کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہے نہ اس میں مقتدی کی قید موجود ہے اور نہ خلف الامام کی اور جب تک دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہ ہو کسی با انصاف عدالت میں ایسا دعویٰ ہرگز قبول نہیں ہو سکتا رہا حرف مَنْ سے استدلال تو وہ بھی قابل التفات نہیں ہے اس لیے کہ فریق ثانی جب تک یہ نہ ثابت نہ کر دے کہ حرف مَنْ تعمیم میں نص قطعی ہے اور کبھی کسی مقام میں تخصیص کے لیے مستعمل نہیں ہوا تو اس وقت تک دعوے اور دلیل میں مطابقت پیدا نہیں ہو سکتی مگر یہ ثابت کرنا کارے دارد۔ یہ صحیح ہے کہ بعض اوقات حرف مَنْ عموم کے لیے آتا ہے لیکن بسا اوقات اس سے تخصیص بھی مراد ہو سکتی ہے۔ نہایت اختصار کے ساتھ ہم بعض حوالے درج کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (پ۲۵، شوریٰ ۱) کہ فرشتے زمین پر بسنے والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اس آیت میں حرف مَنْ ہے اور ظاہر ہے کہ تمام زمین پر بسنے والے کے لیے فرشتے طلب مغفرت نہیں کرتے بلکہ صرف مومنوں کے لیے طلب مغفرت کرتے ہیں جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پ ۲۴ مومن ۔ ۱) یعنی فرشتے صرف مومنوں کے لیے طلب استغفار کرتے ہیں نہ یہ کہ ہندؤں، سکھوں، نصرانیوں یہودیوں اور دیگر کافر اور مشرک قوموں کے لیے استغفار کرتے ہیں خواہ وہ انسانوں میں ہوں یا جنوں میں ۔ تو یہاں حرف مَنْ کا تخصیص کے لیے آنا اظہر من الشمس ہے

(۲) خداوند ذوالجلال ارشاد فرماتے ہیں :۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ (پ ۲۹ ۔ ملک ۲)

کیا تم نڈر ہو چکے ہو اس سے جو آسمان میں ہے اس سے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے ۔

یہاں بھی حرف مَنْ ہے جس سے مراد اللہ کی ذات ہے نہ کہ ہر ایک مَنْ فی السَّمَآءِ اور قرآن کریم، صحیح احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواحِ انبیاء علیہم السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ بلکہ تمام دیگر مومنین کی روحیں آسمانوں میں موجود ہیں اور ایک صحیح روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وہ اولاد جو اہل النار ہے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں طرف موجود ہے (مسلم جلد ا صد ۹۲) اور آسمان پر کوئی جیبہ ایسا نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول نہ ہو (مستدرک جلد ۲ صد ۵۱۰ صحیح) اس مذکورہ بالا آیہ کریمہ میں حرف مَنْ ہے جو تخصیص کے لیے ہے

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرمائیں گے ۔ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَکَرَنِیْ یَوْمًا (مشکوٰۃ

جلد ۲ ص ۵۷۴) کہ جن لوگوں نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا انہیں دوزخ سے نکال لو۔ اس حدیث میں بھی حرف مَنْ ہے۔ لیکن اس سے مراد صرف اہلِ توحید ہیں گو کتنے ہی گنہگار ہوں نہ کہ کافر اور مشرک حالانکہ وہ بھی خدا تعالیٰ کا نام تو لیتے ہیں اور بسا اوقات اسے پکارتے بھی ہیں جیسا کہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔ فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (پ ۲۱۔ ۳) کہ مشرکین جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں۔ تو مندرجہ بالا حدیث میں۔ حرف مَنْ ہے اور وہ تخصیص کے لیے مستعمل ہوا ہے اس میں تعمیم نہیں ہے کہ مقتدی و امام اور ہر نماز اور ہر نمازی کو شامل ہو جیسا کہ فریق ثانی کا زعم ہے۔

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ طاعون اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہے رِجْسٌ اُرْسِلَ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ (بخاری جلد ۱ ص ۴۹۴) جو تم سے پہلے لوگوں پر نازل کیا گیا ہے، اس حدیث میں بھی حرف مَنْ ہے حالانکہ یہ عذاب صرف بعض مجرم قوموں پر نازل ہوا تھا نہ کہ پیغمبروں اور مومنوں پر العیاذ باللہ تو یہاں بھی حرف من تخصیص کے لیے ہے نہ کہ تعمیم کے لیے۔

(۵) علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

اَلْمَوْصُوْلَاتُ لَمْ تُوْضَعْ لِلْعُمُوْمِ بَلْ ھِیَ لِلْجِنْسِ تَحْتَمِلُ الْعُمُوْمَ وَالْخُصُوْصَ

کہ جملہ موصولات (جن میں ما و مَنْ داخل ہیں) عموم کے لیے موضوع نہیں بلکہ ان میں عموم

(شرح مواقف جلد ۲ صفحہ ۴۵۶ طبع مصر)   اور خصوص دونوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔

(۶) امام ابوبکر محمد بن احمد سرخسیؒ (المتوفی ۴۹۰ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

وَمِنْ هٰذَا الْقِسْمِ كَلِمَةُ مَنْ فَإِنَّهَا كَلِمَةٌ مُبْهَمَةٌ وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنْ ذَاتِ مَنْ يَعْقِلُ وَهِيَ تَحْتَمِلُ الْخُصُوْصَ وَالْعُمُوْمَ الخ

اور اسی قسم سے کلمہ مَنْ بھی ہے کیونکہ یہ ایک مبہم کلمہ ہے اور اس سے مراد وہ ذات ہے جو عقل والی ہو (مثلاً انسان، جن اور فرشتے) اور یہ خصوص اور عموم دونوں کا احتمال رکھتا ہے

(اصول السرخسی جلد ا ص ۱۵۵ طبع مصر)

قارئین کرام :- آپ قرآن کریم، صحیح احادیث اور علماء عربیت کی واضح عبارات سے یہ معلوم کر چکے ہیں کہ حرف مَنْ تعمیم کے لیے نص قطعی نہیں ان تمام حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ میر صاحبؒ کا ہر نمازی میں لفظ ہر پر اور مبارکپوری صاحب کا حرف مَنْ پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھنا باطل ہے اور اس سے امام و مقتدی، منفرد اور ہر نمازی مراد لینا صحیح نہیں بلکہ اس سے صرف امام اور صرف منفرد مراد لینا بھی یقیناً صحیح ہے۔

دوسرا جواب :- جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حرف مَنْ تعمیم میں نص قطعی نہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کس کے حق میں ہے امام اور منفرد کے حق میں یا مقتدی کے حق میں؟ سو اس سے بہتر اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس حدیث کے تمام طرق پہ ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں شاید کوئی سراغ

مل جائے چنانچہ یہ بات زبان زدِ خلائق ہے کہ جوئیندہ یابندہ جب ہم نے دیکھا تو اسی حدیث میں یہ زیادت بھی مل گئی لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدًا۔ یعنی جس شخص نے سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھا تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر فریقِ ثانی کے نزدیک مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ اور فصاعدًا اس کے ساتھ اور بھی کچھ پڑھنا جائز ہے تو یہ حکم مقتدی کے لیے ہے ورنہ یہ حکم صرف اور صرف اس شخص کے لیے ہو گا جس کے لیے سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھنا ضروری ہو اور وہ صرف امام اور منفرد ہو سکتا ہے مقتدی ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ فریقِ ثانی کے نزدیک مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور پڑھنا جائز نہیں تو اس زیادت نے یہ بات متعین کر دی ہے کہ حرف من سے مراد صرف امام اور منفرد ہیں اور مقتدی اس حکم سے یقیناً خارج ہے یہ زیادت بطریق امام معمرؒ صحیح مسلم جلد ۱ ص۱۶۹ ابو عوانہ جلد ۲ ص۱۲۴ بسند صحیح مروی ہے صحیح مسلم اور ابو عوانہ کی سند کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

فصاعدًا کی بجائے حضرت ابو سعید خدریؓ سے ما تیسر کی زیادت بھی مرفوع روایت میں مروی ہے (ابو داؤد جلد ۱ ص۱۱۸ مسند احمد جلد ۳ ص۴۵ سنن الکبریٰ جلد ۲ ص۶۰ اور معرفت علوم الحدیث ص۹۷)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے (فتح الباری جلد ۲ ص۲۰۲)

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اسنادہ صحیح (تلخیص الحبیر ص۸۷) امام نووی لکھتے ہیں کہ مَا تَیَسَّرَ کی زیادہ بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے (شرح المہذب جلد۳ ص۳۲۹) قاضی شوکانی امام ابن سید الناس سے (جو الشیخ العلامہ المحدث الحافظ الادیب اور البارع تھے تذکرہ جلد۴ ص۲۸۵) نقل کرتے ہیں کہ اسناد صحیح ورجالہ ثقات (نیل الاوطار جلد۲ ص۱۰۶)

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھی اس زیادت کی تصحیح کرتے ہیں۔ (فتح البیان جلد۳ ص۲۳۷) مولانا شمس الحق لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر امام ابن حبان اور علامہ ابن سید الناس وغیرہ اس کی تصحیح کرتے ہیں (عون المعبود جلد۱ ص۳۰۰)

فَصَاعِدًا اور مَا تَیَسَّرَ کے علاوہ ماذا د کی زیادت بھی مروی ہے۔

(مستدرک جلد۱ ص۲۳۹ سنن الکبریٰ جلد۲ ص۳۷ جزء القراۃ ص۶۳ کتاب القراۃ ص۱۲)

تیسرا جواب: ۔ جب یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حرف مَنْ عموم میں نص قطعی نہیں ہے اور یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ خود اس روایت میں صحیح اسانید کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فَصَاعِدًا وغیرہ کی زیادت بھی مروی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے سورۂ فاتحہ کے ساتھ قرآن کریم کے کسی اور حصہ کی قراۃ نہ کی تو اس کی نماز نہ ہوگی اور گو مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اور نہ پڑھنا محل نزاع ہے لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ماذا د علی الفاتحہ کی قرأت مقتدی کے لیے جائز نہیں ہے اس لیے اس حدیث

کا صحیح مصداق صرف امام اور منفرد ہیں کیونکہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ قرآن کریم کے کسی اور حصہ کا پڑھنا صرف امام اور منفرد کے لیے ہی ضروری ہے مقتدی پر اس روایت کے مشتمل نہ ہونے کے لیے فَصَاعِدًا کی زیادت نہ صرف کافی ہے۔ بلکہ نص صریح ہے اور اس حدیث کا امام پر مشتمل ہونا ایک اتفاقی امر ہے کیونکہ بعض صحابہؓ اور دیگر ائمہؒ حدیث کے بیان سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ اس حدیث کا اصلی مصداق صرف منفرد ہے اور ضمنی طور پر امام بھی اس میں داخل ہے لوجود العلۃ لا مگر مقتدی اس سے بہر حال خارج ہے چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حدیث لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَصَاعِدًا منفرد کے حق میں ہے (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۲) اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے حق میں ہے (موطا امام مالک صفحہ ۲۹) حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے لیے ہے (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۲) اور امام اسماعیلیؒ (المتوفی ۳۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منفرد کے بارہ میں ہے (بذل المجہود جلد ۲ صفحہ ۵۲)

امام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:۔

فَاَمَّا حَدِیْثُ عُبَادَۃَ رضی الصَّحِیْحُ فَھُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰی غَیْرِ الْمَاْمُوْمِ وَکَذٰلِکَ حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی

بہر حال حضرت عبادہؓ کی صحیح حدیث تو وہ محمول ہے غیر مقتدی پر اور اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث بھی۔

(مغنی ابن قدامہؒ جلد ۱ صفحہ ۶۰۶)

اور علامہ شمس الدین لکھتے ہیں کہ :۔

فَالْحَدِیْثُ الْاَوَّلُ الصَّحِیْحُ مَحْمُوْلٌ عَلٰی غَیْرِ الْمَاْمُوْمِ وَکَذَا حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ. (شرح مقنع جلد ۲ صـ۱۲)

پہلی حدیث جو صحیح ہے وہ مقتدی کے بارے میں نہیں ہے اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث بھی مقتدی کو شامل نہیں ہے۔

فَصَاعِدًا ۔ مَاتَیَسَّرَ اور مَازَادَ کی زیادت کے پیش نظر ان اکابر کا یہ ارشاد سو فیصدی صحیح ہے جس میں شک نہیں ہوسکتا لہٰذا اس روایت سے مقتدی پر سورۃ فاتحہ کے لازم ہونے پر استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

چوتھا جواب :۔ جمہور اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوا ہو تو اگرچہ اس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اور نہ امام سے سنی ہے لیکن اس کی وہ رکعت صحیح ہوجاتی ہے چنانچہ امام شافعیؒ نے اس رکعت کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے (کتاب الام جلد ۱ صـ۹۷) اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا تو اس کی وہ رکعت ہوگئی (منہاج السنۃ جلد ۴ صـ۵) امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جو شخص امام کو رکوع میں پالے اس کی وہ رکعت سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر بھی جائز ہے (شرح مسلم صـ۱۳۵) حافظ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا اس بات پر کلی اتفاق ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا ہو اور سورۃ فاتحہ نہ پڑھی ہو تو اس کی وہ رکعت اور نماز صحیح ہے امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ ۔ امام مالکؒ، امام ابو ثورؒ، امام

احمد بن حنبلؒ، امام اوزاعیؒ و دیگر متعدد ائمہ کا یہی مسلک ہے اور صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی مسلک ہے نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جمہور کا یہی مسلک ہے کہ جس نے امام کو رکوع کی حالت میں پا لیا ہو تو اس کی وہ رکعت صحیح ہے۔ (دلیل الطالب ص۲۴۳) مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادیؒ لکھتے ہیں کہ قاضی شوکانیؒ نے پہلے (نیل الاوطار جلد۲ ص۲۲۷ میں) یہ لکھا تھا کہ مدرک رکوع کی وہ رکعت شمار نہ ہوگی لیکن بعد کو جمہور کے مسلک کی طرف رجوع کر لیا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے فتاویٰ فتح الربانی میں اس کی تصریح کی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے والے کی وہ رکعت بالکل صحیح ہے (عون المعبود جلد۱ ص۳۲۴) مبارکپوری صاحبؒ (حدیث مَنْ صَلّٰی رَکْعَۃً لَمْ یَقْرَأْ فِیْھَا الحدیث کی تحقیق میں) لکھتے ہیں کہ اس سے وہ رکعت مراد ہو سکتی ہے جس میں مقتدی نے امام کو بحالت رکوع پا لیا ہو اور خود قرأت نہ کی اس کی وہ رکعت جائز اور صحیح ہو گی (تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۲۶۱)

حضرات! انظر انصاف کے ساتھ آپ ایک طرف محدثین کرام کی ان تصریحات کو ملاحظہ فرمائیں اور دوسری طرف یہ دعوے دیکھیں کہ تمام محدثین بالاتفاق اس حدیث کو ہر نماز اور ہر نمازی پر شامل کہتے ہیں اور یہ کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کالعدم ہے ناقص ہے بیکار ہے اور باطل ہے اور غور فرمایئے کہ یہ دعویٰ کس حد تک مبنی بر انصاف ہے۔

پانچواں جواب :- اگر فریق ثانی اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ حضرت عبادہؓ بن صامت کی یہ روایت مقتدی کے حق میں ہے تو ان کو چاہیئے کہ امام کے پیچھے جہر سے قرأۃ کیا کریں کیونکہ حضرت عبادہؓ جہر سے قرأۃ کیا کرتے تھے چنانچہ امیر یمانیؒ (حدیث وَلَا تَقْرَءُوا بِشَیْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرْتُ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ) کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ :-

وَهٰذَا عُبَادَةُ رَاوِی الْحَدِیْثِ قَرَأَ بِهَا جَهْرًا خَلْفَ الْإِمَامِ لِأَنَّهُ فَهِمَ مِنْ کَلَامِهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ یَقْرَأُ بِهَا خَلْفَ الْإِمَامِ جَهْرًا وَإِنْ نَازَعَهُ۔

(سبل السلام جلد ۱ صفحہ ۲۴۶)

حضرت عبادہؓ نے جو اس روایت کے راوی ہیں امام کے پیچھے بلند آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھی اس لیے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے یہی سمجھا تھا کہ امام کے پیچھے بلند آواز سے فاتحہ پڑھی جا سکتی ہے اگرچہ امام کے ساتھ منازعت ہی کیوں نہ ہو۔

یہ روایت فریق ثانی کے نزدیک صحیح ہے اور یہ معنی بھی ایک غیر مقلد عالم نے بیان کیا ہے اس لیے ان کو امام کے پیچھے خوب زور و شور سے ام القرآن کی قرأت کرنی چاہیئے اگرچہ کھلے طور پر منازعت اور مخالجت بھی ہوتی ہے اگر حضرت عبادہؓ کی اس روایت پر ان کا عمل نہیں ہے اور ترک جہر کرتے ہوئے بھی ان کی نماز جائز اور صحیح ہے اور ان کے اہل حدیث ہونے میں کوئی شک نہیں تو دوسروں سے یہ انوکھا مطالبہ کیسے صحیح ہے؟ اور ان کی نماز کیوں کالعدم، ناقص، بیکار اور باطل ہے؟

غلطی سے ترک کر دیا ہے چنانچہ حافظ ابو عمر بن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ

اَلْعَلَاءُ لَيْسَ بِالْمَتِيْنِ عِنْدَهُمْ	علاء بن عبد الرحمنؒ محدثین کے نزدیک چنداں
وَقَدِ انْفَرَدَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لَيْسَ	قابل اعتبار نہیں اور وہ اس حدیث کو بیان
يُوْجَدُ إِلَّا لَهٗ وَلَا تُرْوٰى أَلْفَاظُهٗ عَنْ	کرنے میں متفرد ہیں ان کے بغیر کسی اور سے
أَحَدٍ سِوَاهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.	یہ الفاظ مروی نہیں۔

(کتاب الانصاف ص۱۰۶)

علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ امام ابن معینؒ نے فرمایا کہ لَيْسَ حَدِيْثُهٗ بِحُجَّةٍ کہ علاء بن عبد الرحمن کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی ابن عدیؒ ان کو لَيْسَ بِالْقَوِيِّ کہتے ہیں ابو حاتم کا بیان ہے کہ ان کی بعض حدیثیں منکر ہوتی ہیں، ابو زرعہ کا بیان ہے کہ وہ کوئی زیادہ قوی نہ تھے امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ محدثین نے ان کی صیام شعبان کی حدیث، ان کے مناکیر میں شامل کی ہے محدث خلیلیؒ کا بیان ہے کہ ان کی ایسی روایتیں بھی ہیں جن میں ان کا کوئی متابع نہیں (دیکھئے کتاب الانصاف ص۱۰۶ میزان الاعتدال جلد ۲ ص۲۱۲ اور تہذیب التہذیب جلد ۸ ص۱۸۶) اصل روایت یوں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

كُلُّ صَلٰوةٍ لَا يُقْرَأُ فِيْهَا بِأُمِّ الْكِتَابِ	کہ ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی
فَهِيَ خِدَاجٌ إِلَّا صَلٰوةً خَلْفَ الْإِمَامِ	جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے پڑھی

(کتاب القراءۃ ص ۱۳۵) جانے والی نماز اس سے مستثنیٰ ہے

علاء بن عبدالرحمٰنؒ کے بارہ میں محدثین کی تصریحات اور اصلی روایت میں اِلَّا خَلْفَ الْاِمَامِ کی زیادت کے بعد یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ علاء بن عبدالرحمٰنؒ نے غلطی سے اس زیادۃ کو ترک کر دیا ہے اور امام بیہقیؒ کا یہ اعتراض چنداں وقعت نہیں رکھتا اصل روایت میں یہ زیادۃ موجود نہیں جیسا کہ علاء بن عبدالرحمٰن نے نقل کیا ہے یہ زیادۃ خالد بن عبداللہ الطحانؒ نے غلطی سے روایت کے ساتھ ملا دی ہے (کتاب القراءۃ ص ۱۳۵ محصلہ) کیونکہ خالد بن عبداللہ الطحان بالاتفاق ثقہ اور ثبت ہیں جیسا کہ امام احمدؒ ابن سعدؒ، ابو زرعہؒ، اور امام نسائیؒ نے ان کو ثقہ لکھا ہے ابو حاتم ان کو ثقہ اور صحیح الحدیث لکھتے ہیں امام ترمذیؒ ان کو ثقہ اور حافظ کہتے ہیں محمد بن عمار ان کو اثبت لکھتے ہیں ابن حبان نے ان کو ثقات میں لکھا ہے (دیکھئے تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۰۰) امام احمدؒ ان کو مِن افاضل المسلمین کہتے ہیں (بغدادی جلد ۸ ص ۲۹۴) علامہ ذہبیؒ ان کو الحافظ اور الامام لکھتے ہیں (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۳۹) اور ثقہ اور ثبت کی زیادت بالاتفاق مقبول ہوتی ہے اس لئے ان پر روایت کے ساتھ اپنی طرف سے زیادت ملا دینے کا الزام کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا ہاں یہ بات یقیناً قابل تسلیم ہو سکتی ہے کہ علاء بن عبدالرحمٰنؒ نے یہ زیادۃ غلطی سے ترک کر دی ہو کیونکہ کتب رجال میں ان پر جرح اور کلام کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے نقل کیا ہے اور کمزور راوی کی خلاف ثقہ

کی وجہ سے ثقہ کی روایت رد نہیں کی جا سکتی۔

تیسرا جواب:۔ لفظ خداج اور غیر تمام رکنیت کو نہیں چاہتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِقَامَۃُ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ (بخاری جلد ۱ ص ۱۰۰) کہ صف کا درست کرنا نماز کے اتمام میں داخل ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصُّفُوْفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ (مسلم جلد ۱ ص ۱۸۲ و مسند احمد جلد ۳ ص ۱۷۷) بلاشک صفوں کا درست کرنا تمام صلوٰۃ میں داخل ہے یہ ٹھیک ہے کہ صفوں کی درستگی کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کا خاص خیال فرماتے تھے لیکن تسویۂ صفوف آخر رکن صلوٰۃ تو نہیں کہ اس کے بغیر مطلقاً نماز ہی نہ ہوتی ہو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو جس نے آپ سے پہلے رکوع سے سر اٹھا لیا تھا فرمایا اِتَّقُوْا خِدَاجَ الصَّلٰوۃِ (مسند احمد جلد ۳ ص ۴۰۰) کہ تم ناقص نماز (اور خداج) سے بچو، اس حدیث میں غیر رکن پر لفظ خداج کا اطلاق ہوا ہے۔

چوتھا جواب:۔ امام موفق الدین ابن قدامہؒ اور علامہ شمس الدینؒ کے حوالہ سے پہلے ہم یہ نقل کر چکے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت کی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت بھی منفرد کے حق میں ہے اس روایت کا مقتدی کے ساتھ تعلق نہیں ہے اور نہ اس کا مصداق مقتدی ہے۔

پانچواں جواب:۔ قِرَاءَۃٌ فِی النَّفْسِ کے معنی عربی قواعد کے لحاظ سے

زبان کے ساتھ آہستہ پڑھنے کے علاوہ دل ہی دل میں تدبّر اور غور کرنے کے بھی آتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اِذَا قَرَأْتَهَا فِیْ نَفْسِكَ لَمْ يَكْتُبَاهَا (نہایہ جلد ۳ ص۲۶۲) یعنی جب تم دل میں پڑھتے ہو تو کراماً کاتبین اس کو نہیں لکھتے۔ دل میں پڑھنے کا مطلب جسے کراماً کاتبین بھی نہ لکھیں غور کرتے اور تدبر کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالے کہ تمہارا وضو ٹوٹ چکا ہے تو محض اس وسوسہ کی بنا پر نماز نہ چھوڑ دے۔ بلکہ یہ کہہ دے کہ کَذَبْتَ یعنی اے شیطان تو جھوٹ کہتا ہے مگر یہ کہنا فِیْ نَفْسِہٖ ہو جیسا کہ امام ابن حبانؒ نے اپنے صحیح میں نقل کیا ہے (بلوغ المرام ص۵) سوچئے کہ بحالت نماز شیطان کو کہنا کہ تم جھوٹ بکتے ہو میرا وضو نہیں ٹوٹا بغیر تدبر اور غور و فکر کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

چھٹا جواب:۔ فِیْ نَفْسِ کے معنیٰ اکیلے اور منفرد کے بھی آتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے وَقُلْ لَّهُمْ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا۔ (پ نساء) اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان میں سے ہر ایک ایک اور اکیلے اکیلے کو انتہائی بلیغ بات کہہ دیجئے اس آیت میں فی نفس کا معنی امام عربیت علامہ زمخشریؒ نے تفسیر کشاف جلد ۲ ص۱۷۳ میں اور امام رازیؒ نے تفسیر کبیر جلد ۳

ص۳۷ میں اور متعدد دیگر مفسرین کرامؒ نے جن میں قاضی بیضاویؒ صاحبؒ روح المعانی وغیرہ شامل ہیں یہی معنیٰ کیا ہے اور اسی طرح کا معنیٰ حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے (فتح الملہم جلد ۱ صـ ۲۱۹)

ایک حدیث قدسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند قدوس سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ الحدیث۔ (بخاری جلد ۲ صـ ۱۱۰۱ و مسلم جلد ۲ صـ ۳۴۳ و مسند احمد جلد ۳ صـ ۱۳۸)

جب میرا کوئی بندہ تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب مجھے وہ کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس جماعت سے بہتر جماعت میں اس کو یاد کرتا ہوں۔

اس حدیث میں فِيْ نَفْسِهٖ تنہا اور اکیلے کے معنیٰ میں ہے کیونکہ اس کا تقابل فِيْ مَلَاٍ (جماعت) سے کیا گیا ہے۔

تیسری روایت :- محمد بن اسحاق۔ مکحولؒ سے روایت کرتے ہیں وہ محمود بن ربیعؓ سے اور وہ حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے اور وہ فرماتے ہیں کہ :-

كُنَّا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَقَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہم صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قراۃ کر رہے تھے آپ

فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَؤُنَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ هَذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهُ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا (ابوداؤد جلد ۱ ص۱۱۹ ترمذی جلد ۱ ص۴۱ دارقطنی ص۱۲۰، مستدرک جلد ۱ ص۲۳۸ جزء القراءۃ ص۱۴ کتاب القراءۃ ص۳۶ سنن الکبری جلد ۲ ص۱۶۴)

پر قراءۃ ثقیل ہو گئی جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ شاید تم امام کے پیچھے قراءۃ کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جی ہاں ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ صرف سورۃ فاتحہ پڑھا کرو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور کچھ بھی نہ پڑھو۔

نسائی میں اس روایت کی سند یوں ہے عَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُوْدِ بْنِ رَبِيْعٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ (نسائی جلد ۱ ص۱۰۶) اور ابوداؤد جلد ۱ ص۱۱۹ کی ایک سند یوں ہے عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُوْدِ بْنِ رَبِيْعٍ الخ نیز دارقطنی جلد ۱ ص۱۲۱ میں بھی اسی طرح ہے۔

پہلا جواب :۔ فریق ثانی کا اس روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور چونکہ یہ روایت ان کے دعوے کے لیے صریح دلیل ہے کیونکہ اس میں خلف الامام اور سورۃ فاتحہ کی خاص قید موجود ہے اور شاید اسی صریح روایت کے سہارے پر انہوں نے تمام دنیا کے احناف کو چیلنج کیا ہے اور غالباً ان کا یہ دعویٰ

کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کالعدم بیکار ناقص اور باطل ہے (بلفظہ) اس حدیث اور اس مضمون کی دوسری حدیثوں پر مبنی ہے اس لیے ہمیں بھی اس حدیث پر قدرے تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

پہلا جواب :- اس روایت کا ایک راوی محمد بن اسحاق ہے گو وہ تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ قوی نہیں ہے (ضعفاء صغیر ص۵۳) ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے (کتاب العلل جلد ۱ ص۴۳۳) ابن نمیرؒ کہتے ہیں کہ وہ مجہول لوگوں سے باطل روایات نقل کرتا ہے (بغدادی جلد ۱ ص۲۲۴) دارقطنیؒ کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج صحیح نہیں (بغدادی جلد ۱ ص۲۳۶) سلیمان تیمیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے امام الجرح والتعدیل یحییٰ القطانؒ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے (میزان جلد ۳ ص۲۱) وہیب بن خالدؒ اس کو جھوٹا اور کاذب کہتے ہیں (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص۴۵) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا (میزان جلد ۳ ص۲۱) نیز امام مالکؒ نے اسے کذاب کہا ہے (بغدادی جلد ۱ ص۲۲۳

جریر بن عبدالحمیدؒ کا بیان ہے کہ میرا یہ خیال نہ تھا کہ میں اس زمانے تک زندہ رہونگا جس زمانے میں لوگ محمد بن اسحاق سے احادیث کی سماعت کریں گے (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص۴۲) ابوزرعہؒ کا بیان ہے کہ بھلا ابن اسحاق کے بارہ میں بھی کوئی صحیح نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے؟ وہ تو محض ہیچ تھا (توجیہ النظر ص۲۸ و جوہر النقی جلد ۱ ص۱۵۵) عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام احمد بن حنبلؒ لَمْ یَکُنْ یَحْتَجُّ بِہٖ فِی السُّنَنِ۔ (بغدادی جلد ۱ ص۲۳۰ تہذیب التہذیب جلد ۹ ص۴۴) سنن اور احکام میں وہ ان سے احتجاج نہیں کرتے تھے۔ حنبل ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ابن اسحاق لیس بحجۃ یعنی ابن اسحاق حجت نہیں ہے (بغدادی جلد ۱ ص۲۳۰ و تہذیب التہذیب جلد ۹ ص۴۴) ایوب بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے احمد سے دریافت کیا کہ ابن اسحاقؒ جب کسی حدیث کے بیان کرنے میں منفرد ہو تو اس کی حدیث حجت ہوگی؟ قَالَ لَا وَاللہِ (بغدادی جلد ۱ ص۲۳۰) بخدا ہرگز نہیں۔

ابن ابی خیثمہؒ کا بیان ہے کہ ابن معین نے اس کو لیس بذاک ضعیف اور لیس بالقوی کہا ہے۔ میمونیؒ کا بیان ہے کہ ابن معینؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے (بغدادی جلد ۱ ص۲۳۱ و تہذیب التہذیب جلد ۹ ص۴۴) علی بن مدینیؒ کا بیان ہے کہ لَمْ یُضْعِفْہُ عِنْدِیْ اِلَّا رِوَایَتُہٗ عَنْ اَھْلِ الْکِتَابِ۔ میرے نزدیک ابن اسحاق صرف اس وجہ سے ضعیف ہے کہ وہ یہود اور نصاریٰ سے روایتیں لے لے کر بیان کرتا ہے!

دوسرا جواب ۱۔ اس روایت میں ایک راوی مکحول بھی ہیں جو کہ معیاری

ثقہ نہ ہونے کے علاوہ مدلس بھی ہیں چنانچہ امام حاکمؒ لکھتے ہیں اِنَّ عَامَّۃَ حَدِیۡثِ مَکۡحُوۡلٍ عَنِ الصَّحَابَۃِ حَوَالَۃٌ (معرفت علوم الحدیث ص۱۱۱) کہ مکحول کی صحابہ کرامؓ سے اکثر حدیثیں صرف تدلیس وارسال کے حوالہ نظر ہیں۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ مکحول حضرت ابی بن کعبؓ حضرت عبادہ بن الصامتؓ۔ حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہؓ سے تدلیس کرتے تھے (تذکرہ جلد ۱ ص۱۰۱) علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں، محدثین کی ایک جماعت نے مکحول کی تضعیف کی ہے اور مکحول صاحب تدلیس بھی تھے (میزان جلد ۳ ص۱۹۸) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ مکحول نے دیگر صحابہؓ سے عموماً اور حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے خصوصاً کوئی روایت نہیں سنی وہ محض تدلیس سے کام لیتے تھے (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص۲۹۲) امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ لیس بالمتین۔ چنداں قابل اعتبار نہ تھے اور باوجود اس کے مدلس بھی تھے۔ (قانون الموضوعات ص۲۹۵) مبارکپوری صاحب بھی ان کو مدلس لکھتے ہیں۔ (ابکار المنن ص۱۷۱) نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں ومن اقسام الضعیف المدلس۔ یعنی مدلس روایت ضعیف روایتوں میں شمار ہوتی ہے۔ (دلیل الطالب ص۸۴۲) اور مبارکپوریؒ صاحبؒ لکھتے ہیں وَعَنۡعَنَۃُ الۡمُدَلِّسِ غَیۡرُ مَقۡبُوۡلَۃٍ (ابکار المنن ص۲۲۵)

اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں (تحقیق الکلام جلد ۲ ص۷) اور یہ بھی مت بھولئے کہ کسی قابل اعتبار سند سے مکحول کی محمود بن ربیع سے

سماعت اور تحدیث ثابت نہیں (بغیۃ الالمعی جلد ۲ ص۱۳)

تیسرا جواب :۔ امام نسائیؒ کی سند میں جو نافع بن محمود ہیں ان کی حدیث معلول ہے چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ نافع بن محمود سے خلف الامام کی روایت کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں ہے۔ ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ حدیثہ معلل کہ اس کی حدیث معلول ہے (میزان جلد ۳ ص۲۴۲) اور وہ مجہول بھی ہیں چنانچہ امام طحاویؒ لکھتے ہیں کہ وہ مجہول ہے (الجوہر النقی جلد ۲ ص۱۶۵) حافظ ابوعمر بن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ وہ مجہول ہے (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص۴۱۰) شیخ الاسلام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں (لیس بمعروف) کہ وہ مجہول ہے (مغنی ابن قدامہؒ جلد ۱ ص۶۰۲) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ وہ مستور ہے (تقریب ص۳۷۰) محقق نیمویؒ اس کا مجہول ہونا نقل کرتے ہیں (تعلیق الحسن ص۷۹) نافع کے مجہول ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے؟

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز ہمیں اس بات کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ ہم اپنا دین مجہول اور غیر معروف راویوں سے اخذ کریں (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۳۰)

چوتھا جواب :۔ یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ خلف الامام کی قید کے ساتھ یہ موقوف ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے۔ وَضُعْفُہٗ ثَابِتٌ بِوُجُوْہٍ وَاِنَّمَا ھُوَ قَوْلُ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ (تنوع العبادات ص۸۶)

یعنی یہ حدیث کئی وجوہ سے ضعیف اور معلول ہے اور یہ مرفوع بھی نہیں بلکہ حضرت عبادہؓ کا قول ہے اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ:۔

وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مُعَلَّلٌ عِنْدَ اَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ كَاَحْمَدَ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْاَئِمَّةِ وَقَدْ بُسِطَ الْكَلَامُ عَلٰى ضُعْفِهٖ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ وَبَيَّنَ اَنَّ الْحَدِيْثَ الصَّحِيْحَ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهٰذَا هُوَ الَّذِيْ اَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيْحِ وَرَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ رَبِيْعٍ عَنْ عُبَادَةَؓ اَمَّا الْحَدِيْثُ فَغَلَطَ فِيْهِ بَعْضُ الشَّامِيِّيْنَ وَاَصْلُهٗ اَنَّ عُبَادَةَؓ كَانَ يَوْمًا فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ هٰذَا فَاشْتَبَهَ عَلَيْهِمُ الْمَرْفُوْعُ بِالْمَوْقُوْفِ عَلٰى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ

الخ (فتاوی ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)

اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ ائمہ حدیث نے معلول قرار دیا ہے اور کسی دوسرے مقام میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ اس کا ضعف بیان کیا گیا ہے اور اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیث جو بخاری اور مسلم میں ہے اور جسے امام زہریؒ نے محمود بن ربیع کے طریق سے حضرت عبادہؓ سے روایت کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی رہی یہ حدیث جس میں خلف الامام کی زیادت ہے تو اس میں بعض شامی راویوں کی غلطی شامل ہے وہ یہ کہ حضرت عبادہؓ نے ایک دن بیت المقدس میں یہ حدیث بیان کی اور اپنا قول بھی خلف الامام کی قید والا انھوں نے بیان کیا پس راویوں پر مرفوع حدیث اور موقوف قول مشتبہ اور خلط ملط ہوگیا

شیخ الاسلامؒ کی یہ عبارت نص صریح ہے کہ کمزور ضعیف اور لبس بالملتین قسم کے راویوں نے حضرت عبادہؓ کے موقوف قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث میں ملا دیا ہے حالانکہ مرفوع حدیث میں خلف الامام کا ذکر تک نہیں ہے اور گذر چکا ہے کہ وہ حدیث امام اور منفرد کے حق میں ہے کیونکہ اس میں فَصَاعِدًا کی زیادت بھی ہے۔

چوتھی روایت :۔ امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ محمد بن ابی عائشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ وَالْاِمَامُ يَقْرَأُ قَالُوْا اِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِلَّا اَنْ يَّقْرَأَ اَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۸) کہ شاید تم اس وقت قرأۃ کیا کرتے ہو جس وقت امام قرأۃ کر رہا ہوتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ہم قرأۃ کیا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا قرأۃ نہ کیا کرو ہاں مگر سورۃ فاتحہ کی قرأۃ کر لیا کرو۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں هٰذَا اِسْنَادٌ جَيِّدٌ اس کی سند جید کھری اور عمدہ ہے۔

الجواب :۔ نہ معلوم بیہقیؒ نے سند کو کس طرح جید کر دیا ہے حالانکہ اس سند میں ابراہیم بن ابی اللیث ہے جس کے متعلق صالح جزرہؒ کہتے ہیں کہ وہ بلیس برس تک جھوٹ کہتا رہا ہے ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ اور احمق تھا ساجیؒ اسکو متروک کہتے ہیں ابن معینؒ نے بعد میں اسے کذاب اور خبیث کہا سب سے پہلے اس

کے جھوٹ کی حقیقت دورقؒ نے واضح کی تھی یعقوب بن شیبہؒ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پہلے اس سے روایتیں لکھی تھیں مگر پھر سب نے اسے ترک کر دیا تھا اس میں اتنی جرأت بڑھ گئی تھی کہ وہ جعلی اور موضوع حدیثیں بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ حدیث میں وہ ضعیف سمجھا جاتا ہے (لسان المیزان جلد ۱ ص ۹۲، ۹۳) علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں کہ ابن معین نے پہلے اس کی توثیق کی تھی لیکن بعد کو جب تحقیق کر لی تو اس کی انتہائی مذمت کی حتیٰ کہ اسے کذاب اور خبیث تک کہا اور فرمایا کہ خدا اس کا ستیاناس کرے حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور علی بن المدینیؒ پر ابتداءً اس کا معاملہ مشکل رہا لیکن بعد میں جب اس کا جھوٹ واضح ہو گیا تو انہوں نے اس کی روایت کو بالکل ترک کر دیا (بغدادی جلد ۷ ص ۱۹۴ تا ۱۹۶) یہ ہے امام بیہقیؒ کی اسناد جیّد؟

اس کے علاوہ اور بھی بعض مرفوع روایتیں فریق ثانی نے اپنے استدلال میں پیش کی ہیں لیکن ان میں اکثر روایات سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں اور جو قدرے قوی ہیں ان سے بھی قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ پر فریق ثانی کا احتجاج درست نہیں ہے کیونکہ بعض میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ کسی اور سورت اور زیادت کا ذکر بھی ہے جس کا فریق ثانی قائل نہیں ہے اور بعض میں درایتی اعتبار سے خامی ہے اس کی تشریح احسن الکلام میں ملاحظہ فرمائیں۔

آثار صحابہ کرامؓ:۔ فریق ثانی نے صحابہ کرامؓ کے بعض آثار سے بھی قرأت خلف الامام

کے مسئلہ پر استدلال کیا ہے لیکن اصولاً ان کو ان سے استدلال کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ درموقوفات صحابہؓ حجت نیست اگرچہ بصحت رسید۔ بایں ہمہ ان میں بھی اکثر آثار سنداً صحیح نہیں ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ میں قرأت خلف الامام کے قائل حضرت عبادہؓ بن الصامت ہی معلوم ہوتے ہیں چنانچہ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ جو لوگ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأت کے قائل نہ تھے انہوں نے حضرت عبادہؓ کی جہری نمازوں میں قرأت پر تعجب کا اظہار کیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ میرے ساتھ قرآن میں منازعت کیوں کی جارہی ہے؟ تو اس کے بعد آپ نے آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی اب یہ استثناء صرف عبادہ بن الصامتؓ نے سُنی اور دیگر صحابہ کرامؓ نہ سُن سکے اور اس کو حضرت عبادہؓ نے خوب یاد کیا اور اس کو ادا کیا سو ان کی طرف رجوع کرنا ضروری ٹھہرا (کتاب القرأۃ ص۲۷)

صحابہ کرامؓ کو جس قدر نماز اور جماعت کا شوق تھا وہ اور کس کو ہو سکتا ہے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی جو حکم بیان کیا وہ کھول کر بیان کیا مگر تعجب ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم آپ نے آہستہ بیان کیا اور یہ حکم صرف حضرت عبادہؓ نے سنا اور دیگر صحابہ کرامؓ نہ سُن سکے کیوں؟ اس لیے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ضروری نہ تھا اور ورنہ رازداری کا کوئی معنٰی نہ تھا۔ اللہ تعالٰی تمام مسلمانوں کو سنت صحیحہ پر چلنے کی توفیق بخشے آمین:۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ۔